ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

اکتوبر 2022ء - ربیع الاول 1444ھ (جلد 20 شمارہ 03)

جلد 20 شمارہ 03

اکتوبر 2022ء - ربیع الاول 1444ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ............50 روپے
سالانہ............500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈوکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچٹرا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email:idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..........متاثرینِ سیلاب کا تعاون اور ''بھیڑ چال''.......مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 31)....بروزِ قیامت ''چہروں'' کا سفید اور سیاہ ہونا..// // 6

درسِ حدیث....برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط 12)...// // 15

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

عدل کے پاسباں اور حق کے حمایتی بن جاؤ..............................مولانا شعیب احمد 22

علم کے مینار:...........امت کے علماء وفقہاء (قسط 20)........مفتی غلام بلال 25

تذکرۂ اولیاء:.......خلیفہ کے اخراجات اور تنخواہ (پہلا حصہ).........مولانا محمد ریحان 30

پیارے بچو!........................پڑھنے والے بچے کی صحت.................// // 33

بزمِ خواتین.................................امامت اور جماعت میں خواتین

کے اختیارات (ساتواں حصہ)...مفتی طلحہ مدثر 35

آپ کے دینی مسائل کا حل...................''عمل بالحدیث''

کا حکم (بیسویں وآخری قسط)..ادارہ 43

کیا آپ جانتے ہیں؟... تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی تحقیق (قسط 3)....مفتی محمد رضوان 54

عبرت کدہ..............بنی اسرائیل کی ''بچھڑا پرستی'' کا واقعہ.....مولانا طارق محمود 62

طب وصحت..............گائے اور بھینس کا گوشت............حکیم مفتی محمد ناصر 65

اخبارِ ادارہ..........ادارہ کے شب وروز..........................// // 67

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

متاثرینِ سیلاب کا تعاون اور ’’بھیڑ چال‘‘

گزشتہ عرصہ ملک کے طویل وعریض خطہ میں سیلاب سے جو تباہ کاریوں کے مناظر سامنے آئے، اس سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، جس کے اثرات سے پورا ملک دوچار ہوا۔

اللہ تعالیٰ تمام متاثرین کو صبرِ جمیل، اورنعم البدل عطاء فرمائے۔

ہماری قوم کا یہ جذبہ تو الحمدللہ تعالیٰ قابلِ قدر ہے کہ وہ اس طرح کے مواقع پر ہمیشہ ہی متاثرین کی مددوامداد کے لیے ’’دامے، درہمے، سخنے‘‘ مدد کے لیے قدم بڑھاتی ہے۔

بطورِ خاص ہمارے یہاں کے مخیّر حضرات دل کھول کر حصہ لیتے ہیں، لیکن اسی کے ساتھ ہمارے یہاں ’’بھیڑ چال‘‘ کی روایت بھی بہت عام رہی ہے، جس کے اثرات ہر شعبۂ زندگی میں ہی نظر آتے ہیں، اس قسم کے مواقع پر بھی اس کے اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

گزشتہ مرتبہ جب زلزلہ آیا تھا، اس وقت بھی اسی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے مخیّر حضرات اس قسم کے حادثات کے موقع پر اندھادھند ہوکر مددوامداد فراہم کرتے ہیں، اوراس کے نتیجہ میں دوسری طرف سے پوری طرح نظر پھیر لیتے ہیں، سال بھر کی زکاۃ وصدقات وغیرہ سب کا رخ اسی ایک مخصوص حادثہ کی طرف ہوجاتا ہے، ان کے قرب وجوار کے غریب وغرباء، اور رشتہ دار اور پڑوس تک میں جو لوگ اور مختلف مصارفِ خیر، جو مددوامداد کے مستحق ہوتے ہیں، اوران سے آس لگائے بیٹھے ہوتے ہیں، ان کا حق بھی دوسروں کو فراہم کردیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے یہ بڑا طبقہ دوسری حیثیت سے متاثرین کی فہرست میں شامل ہوجاتا ہے۔

سیلاب کی آمد کے بعد ہی سے ملک کے طول وعرض میں جگہ جگہ، محلّہ محلّہ اور گلی گلی سیلاب متاثرین کے نام پر مال جمع اور فراہم کرنے کے جو مناظر دیکھنے کو ملے، وہ سیلاب متاثرین کے نقصان کے تناسب سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھے، لیکن فراہم اور جمع کردہ ڈھیروں ڈھیر مال، صحیح مصرف میں خرچ

ہونے کے بجائے نااہل لوگوں کے ہاتھوں، خرد برد ہونے اور بے انتظامی کے باعث نہ جانے کہاں کہاں غائب ہوا، اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے، اور نہ جانے کب تک جاری رہے گا۔

لہٰذا سیلاب متاثرین کی مدد وامداد کرتے وقت ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں اعتدال اور احتیاط کو ملحوظ رکھا جائے، اور اپنے علاقہ کے دیگر غریب وغرباء اور دیگر کارِ خیر کے مصارف کو یکسر نظر انداز نہ کیا جائے، ہر شخص، اور ہر مصرف کو درجہ بدرجہ اس کا حق فراہم کیا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس قسم کے مواقع پر متاثرین کے نام پر مدد وامداد جمع کرنے والے کاروباری اور بازاری، جواری، سٹاری، بھکاری ہر طرح کے لوگوں کا ایک بڑا طبقہ متحرک ہوجاتا ہے، اور وہ اس عنوان سے خوب مال جمع کرتا ہے، پھر اپنی بے جا اور ناجائز خواہشات کو پورا کرتا ہے، یا طرح طرح سے خرد برد کر کے اپنی جیبیں بھرتا ہے، اور اس میں ایک طبقہ وہ بھی شامل ہے، جو اپنے آپ کو دیندار ظاہر کرتا ہے، لیکن خیانت اور خرد برد سے نہیں ڈرتا۔

چنانچہ ہمارے علم میں زلزلہ اور سیلاب وغیرہ کے مواقع پر اس طرح کے اَن گنت واقعات سامنے آئے کہ جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا اس عمل سے، اعتماد ہی اٹھ کر رہ گیا۔

اس لیے متاثرین سیلاب وغیرہ کی مدد وامداد فراہم کرتے وقت اس کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ قابلِ اعتماد ادارہ اور افراد کے ذریعہ مدد وامداد فراہم کی جائے، بلکہ ممکن ہو، تو خود چند ذمہ دار افراد مل کر متاثرین تک براہِ راست مدد فراہم کرنے کی کوشش کریں، تو اور بھی بہتر ہے۔

اس سلسلہ میں میڈیا اور بطورِ خاص سوشل میڈیا پر ہونے والی اشتہار بازی اور پبلسٹی سے متاثر ہونے سے خبردار رہنا چاہیے، کیونکہ حکومتی سطح پر پبلسٹی کے مقاصد میں باہر سے مدد وامداد کے حصول اور سوشل میڈیا کی سطح پر پبلسٹی کے مقاصد میں مال کا بٹورنا، اپنے کام، یا ادارہ کی تشہیر وغیرہ جیسی چیزیں بہت زیادہ شامل ہوگئی ہیں، تاکہ زیادہ سے زیادہ واقعات کی تشہیر سے یہ مقصد حاصل ہو، کیونکہ جس کی طرف سے جتنی زیادہ پبلسٹی ہوتی ہے، اس کے حبِ مال اور حبِ جاہ کے اتنے ہی زیادہ تقاضے پورے ہوتے ہیں۔

تیسری بات، اس مدد وامداد کی تقسیم میں بدانتظامی اور بے ہنگمی سے متعلق ہے کہ بعض اوقات کسی

علاقہ کے متاثرین تک مدد وامداد نہیں پہنچتی، پس بھیڑ چال کے طور پر میڈیائی پبلسٹی وغیرہ کی وجہ سے، سب کا رخ ایک طرف ہوجاتا ہے، یا پھر مدد وامداد کے نام پر حاصل شدہ اشیاء کا صحیح استعمال نہیں ہو پاتا، بلکہ وہ اشیاء ضائع چلی جاتی ہیں۔

اس لیے مدد وامداد کی فراہمی اور تقسیم میں نظم وانتظام کو بھی بروئے کار لانا ضروری ہے، جس کے لیے مختلف سطح پر کام کرنے والے اداروں اور افراد کو ایک دوسرے سے رابطہ کر کے منظّم انداز میں خدمت سرانجام دینا بہت اہمیت رکھتا ہے۔

لیکن یہ کام اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک اخلاص نہ ہو، ورنہ ہر ایک اپنے آپ کو نمایاں کرنے اور دوسرے کے کام کو زیر کرنے، اور دبانے کی کوشش کرتا ہے، جیسا کہ عام طور پر آج کل ہو رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ متاثرینِ سیلاب کی مدد وامداد میں اعتدال، احتیاط اور انتظام تینوں چیزوں کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ صدق واخلاص اور اعتدال واحتیاط اور نظم وانتظام کو اختیار کرنے اور ملحوظ رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران:قسط31،آیت نمبر106تا109) مفتی محمد رضوان

بروزِ قیامت ''چہروں'' کا سفید اور سیاہ ہونا

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (106)وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (107)تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ (108)وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (109)

(سورة آل عمران،رقم الآيات١٠٦ الى ١٠٩)

ترجمہ: اس دن سفید ہوں گے کچھ چہرے، اور سیاہ ہوں کچھ چہرے، پس وہ لوگ کہ سیاہ ہوں گے، ان کے چہرے (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا کفر کیا تھا تم نے، اپنے ایمان لانے کے بعد، پس چکھو تم، عذاب کو، بوجہ اس کے کہ تم کفر کرتے تھے (106) اور رہے وہ لوگ کہ سفید ہوں گے ان کے چہرے، تو اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے (107) یہ اللہ کی آیات ہیں، تلاوت کرتے ہیں ہم ان کو آپ پر، حق کے ساتھ، اور نہیں اللہ ارادہ کرتا ظلم کا، عالمین کے لیے (108) اور اللہ ہی کے لیے ہیں، وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں، اور وہ چیزیں جو زمین میں ہیں، اور اللہ کی طرف ہی لوٹایا جاتا ہے، تمام امور کو (109) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ پہلی دو آیات میں قیامت کے دن کچھ چہروں کے سفید اور کچھ چہروں کے سیاہ ہونے کا ذکر ہے۔

پہلی آیت میں یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، ان کو یہ

کہا جائے گا کہ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تھا، اس لیے اب تم اپنے کفر کے عذاب کا مزہ چکھو۔

اس میں وہ لوگ تو داخل ہیں ہی، جو دنیا میں ایمان لانے کے بعد کافر اور مرتد ہو گئے، اور وہ لوگ بھی بطورِ خاص داخل ہیں، جو ظاہر میں ایمان لے آئے، مگر دل سے ایمان نہیں لائے، جن کو منافق کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ لوگ زبان اور اپنے ظاہر سے تو ایمان لے آئے، لیکن اس کے باوجود اپنے قلب اور دل سے کفر کیا، منافقین کا ظاہر میں ایمان لا کر دل سے انکار کرنا، اسی اعتبار سے ''ایمان کے بعد کفر میں'' داخل ہے۔ اور اس میں تمام کفار بھی اس طرح داخل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجنے سے پہلے سب کی روحوں سے ایمان وتوحید کا عہد لیا تھا، اور اس وقت سب انسانوں کی روحیں ایمان لے آئیں تھیں، پھر دنیا میں آنے کے بعد اس سے انکار کرنا بھی دراصل ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے میں داخل ہے۔ اور اس طرح یہ آیت تمام کفار ومنافقین ومرتدین کو شامل ہے، جن کے چہرے قیامت کے دن سیاہ اور تاریکی میں ڈوبے ہوں گے۔

پھر دوسری آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں کے چہرے سفید اور روشن ہوں گے، وہ اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے، جنت بھی اللہ کی رحمت کی جگہ ہے، اس لیے جنت کے مستحق بھی اللہ کی رحمت میں داخل ہیں، اور ساتھ ہی فرمایا گیا کہ وہ لوگ اللہ کی رحمت اور جنت میں ہمیشہ رہیں گے، اس میں وہ تمام مومنین داخل ہیں، جو اللہ کی رحمت و جنت کے مستحق ہوں گے۔

البتہ اپنے اپنے درجات واعمال کے اعتبار سے مومنوں کے چہرے سفید اور روشن ہونے کے اعتبار سے فرق ہوگا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

پھر سورہ آلِ عمران کی مذکورہ تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی آیات ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر حق کے ساتھ تلاوت فرماتا ہے، اگرچہ اس میں جبریل امین واسطہ ہوں، اور اللہ عالمین کے لیے ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا، جو کچھ بھی کسی کو عذاب ہوگا، وہ اس کی اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ ہوگا۔

پھر سورہ آلِ عمران کی مذکورہ بالا چوتھی آیت میں فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے، وہ اللہ کی ملکیت وقدرت میں ہے، اور اسی کی طرف سب معاملات لوٹ کر جاتے ہیں، اس لیے اللہ سے کسی کا اچھا اور بُرا عمل مخفی نہیں رہ سکتا، اسی کی روشنی میں عدل وانصاف ہوگا، جس میں کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

قرآن مجید کی دوسری آیات اوراحادیث میں بھی آخرت میں، اوربطورِخاص قیامت کے دن بہت سے چہرے روشن ہونے اور بہت سے سیاہ اورغبارآلوداوروحشت زدہ ہونے کاذکرآیاہے۔

چنانچہ سورہ قیامہ میں اللہ تعالیٰ کاارشادہے کہ:

وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ.اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ.وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ بَاسِرَۃٌ.تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِھَا فَاقِرَۃٌ (سورۃ القیامۃ، رقم الآیات ۲۲ الٰی ۲۵)

ترجمہ: بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔اور بہت سے چہرے اس دن بگڑے ہوں گے۔وہ گمان کریں گے کہ کیا جائے گا ان کے ساتھ، سخت برتاؤ (سورہ قیامہ)

چہروں کے تروتازہ ہونے میں اپنے اپنے حسبِ اعمال روشن ومنور ہونا بھی داخل ہے، اورآخرت میں اللہ کی زیارت برحق ہے، جس کی کیفیت میں بحث کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، اور جتنی بات قرآن وسنت میں بتلائی گئی ہے، اس پرایمان لانا چاہیے۔

اوربگڑے ہوئے چہروں میں بے رونق، وحشت زدہ اورتاریک وسیاہ چہرے سب داخل ہیں، جن کی یہ حالت اپنی بداعمالیوں پروبال وعذاب کے ڈرسے ہوگی۔

اورسورہ عبس میں اللہ تعالیٰ کاارشادہے کہ:

وُجُوْہٌ یُّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَۃٌ .ضَاحِکَۃٌ مُّسْتَبْشِرَۃٌ.وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْھَا غَبَرَۃٌ . تَرْھَقُھَا قَتَرَۃٌ.اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکَفَرَۃُ الْفَجَرَۃُ(سورۃ عبس، رقم الآیات ۳۸ الٰی ۴۲)

ترجمہ: بہت سے چہرے اس دن چمکنے والے ہوں گے۔ہنسنے والے، خوش وخرم ہوں گے۔اور بہت سے چہرے اس دن ایسے ہوں گے کہ جن پرغبار چھایا ہوگا۔ڈھانپ لے گی ان کوسیاہی۔یہ لوگ ہی کافراورفاجر ہیں (سورہ عبس)

معلوم ہوا کہ آخرت میں بہت سے چہرے روشن ومنوراور چمکداراور ہنستے، مسکراتے، اورخوش وخرم ہوں گے، یہ مومنوں کے چہرے ہوں گے، جواپنے اپنے اعمال کے بقدراس نعمت سے مستفید ہوں گے۔

اور بہت سے چہرے غبارآلوداورسیاہی میں ڈوبے ہوں گے، یہ کافروں اورفاجروں کے چہرے ہوں گے۔

اور ابو غالب، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّـهُ رَأَى رُءُوسًا مَنْصُوبَةً عَلَى دَرَجِ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقَالَ أَبُو أُمَامَةَ: كِلَابُ النَّارِ كِلَابُ النَّارِ، ثَلَاثًا، شَرُّ قَتْلَى تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ. خَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلُوهُ، ثُمَّ قَرَأَ "يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ" قُلْتُ لِأَبِي أُمَامَةَ أَسَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ إِلَّا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سِتًّا أَوْ سَبْعًا مَا حَدَّثْتُكُمْ (احمد، رقم الحديث ٢٢٢٠٨)

ترجمہ: ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ نے دمشق کی مسجد کے دروازے پر (خارجیوں کے) سروں کو نصب دیکھا، تو حضرت ابو امامہ نے فرمایا کہ "یہ اہلِ نار کے کتے ہیں" یہ بات انہوں نے تین مرتبہ بیان فرمائی، اور فرمایا کہ یہ لوگ آسمان کے سایہ کے نیچے بدترین مقتولین ہیں، جو شخص ان کو قتل کرے گا، وہ بہترین قاتل ہوگا، پھر ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت پڑھی کہ "یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ" ابو غالب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ نے اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ ابو امامہ نے جواب میں فرمایا کہ اگر میں نے اس بات کو دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا، تو میں تم سے یہ بیان نہ کرتا (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ آخرت میں ایسے لوگوں کے چہرے بھی سیاہ ہوں گے، جن کو دنیا میں بظاہر مسلمان قرار دیا جاتا ہے، لیکن آخرت میں اپنی شدید بداعمالیوں کی وجہ سے وہ اس عذاب اور وبال کا شکار ہوں گے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: نَحْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى كَوْمٍ فَوْقَ النَّاسِ، فَيُدْعٰى بِالْأُمَمِ بِأَوْثَانِهَا، وَمَا كَانَتْ تَعْبُدُ، الْأَوَّلَ، فَالْأَوَّلَ، ثُمَّ يَأْتِيْنَا رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَيَقُوْلُ: مَا تَنْتَظِرُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَنْتَظِرُ رَبَّنَا عَزَّ وَجَلَّ، فَيَقُوْلُ: أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُوْلُوْنَ: حَتّٰى نَنْظُرَ إِلَيْهِ، قَالَ: فَيَتَجَلّٰى لَهُمْ وَهُوَ يَضْحَكُ، وَيُعْطِيْ كُلَّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مُنَافِقٍ وَمُؤْمِنٍ نُوْرًا، وَتَغْشَاهُ ظُلْمَةٌ، ثُمَّ يَتَّبِعُوْنَهُ، مَعَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ عَلٰى جِسْرِ

جَهَنَّمَ، فِيهِ كَلَالِيبُ وَحَسَكٌ يَأْخُذُونَ مَنْ شَاءَ، ثُمَّ يُطْفَأُ نُورُ الْمُنَافِقِينَ، وَيَنْجُو الْمُؤْمِنُونَ، فَتَنْجُو أَوَّلُ زُمْرَةٍ وُجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، سَبْعُونَ أَلْفًا لَا يُحَاسَبُونَ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، كَأَضْوَإِ نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ، ثُمَّ ذٰلِكَ حَتّٰى تَحِلَّ الشَّفَاعَةُ، فَيَشْفَعُونَ حَتّٰى يَخْرُجَ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِمَّنْ فِي قَلْبِهِ مِيزَانُ شَعِيرَةٍ، فَيُجْعَلَ بِفِنَاءِ الْجَنَّةِ، وَيَجْعَلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ يُهْرِيقُونَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْمَاءِ، حَتّٰى يَنْبُتُونَ نَبَاتَ الشَّيْءِ فِي السَّيْلِ، وَيَذْهَبُ حَرَقُهُمْ، ثُمَّ يَسْأَلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى يَجْعَلَ لَهُ الدُّنْيَا، وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا

(مسند احمد، رقم الحديث ١٤٧٢١)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ہم تمام لوگوں سے اوپر ایک ٹیلے پر جمع ہوں گے، درجہ بدرجہ تمام امتوں کو ان کے بتوں سمیت بلایا جائے گا، اور ان کو بھی (حاضر کیا جائے گا) جن کی یہ لوگ عبادت کرتے تھے، پہلے اور پھر ان کے بعد والے (سب لوگ یکے بعد دیگرے حاضر ہوں گے) پھر اس کے بعد ہمارا ربّ عزوجل ہمارے پاس آ کر فرمائے گا کہ تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ تو لوگ جواب دیں گے کہ ہم اپنے رب عزوجل کا انتظار کر رہے ہیں، رب عزوجل فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے رب کو دیکھنے کے منتظر ہیں، پھر رب عزوجل ان کے لیے تجلی ظاہر فرمائے گا،، جس میں وہ مسکرا رہا ہوگا، اور ہر انسان کو خواہ منافق ہو، یا مومن، ایک نور دیا جائے گا، پھر اس (نور) پر اندھیرا چھا جائے گا، پھر وہ مومن پل صراط پر اس نور کے پیچھے چلیں گے، ان کے ساتھ منافقین بھی ہوں گے، جہنم میں کانٹے اور آنکڑے ہیں، وہ کانٹے اور آنکڑے اللہ کے حکم سے جس کو چاہیں گے، پکڑ لیں گے، پھر منافقین کا نور بجھ جائے گا، اور مومنین نجات حاصل کر لیں گے، پس مومنوں میں سب سے پہلے نجات پانے والے گروہ کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے، جو ستر (70) ہزار لوگ ہوں گے، جن کا حساب نہیں کیا جائے گا، پھر ان کے قریب والے (نجات کے مستحق لوگوں کے چہرے) ان ستاروں کی طرح ہوں گے، جو آسمان میں سب سے زیادہ روشن ہوں، پھر

درجہ بدرجہ لوگ ہوں گے (یعنی ان دوسرے نمبر کے لوگوں کے ساتھ عام ستاروں کی طرح کے، پھر انتہائی کم روشن ستاروں کی طرح کے چمکتے چہرے والے لوگ ہوں گے) یہاں تک کہ (اللہ کی طرف سے) شفاعت کی اجازت دی جائے گی، تو وہ لوگ شفاعت کریں گے، یہاں تک کہ جس ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے والے کے دل میں جَو کے دانے کے وزن کے برابر بھی ایمان ہوگا، وہ بھی جہنم سے نکل جائے گا، پھر اس طرح کے لوگوں کو جنت کے قریب لایا جائے گا، اور اہلِ جنت ان پر پانی بہائیں گے، یہاں تک کہ ان کا جسم تروتازہ اس طرح اُگ آئے گا، جس طرح تَری والی مٹی میں پودے اُگ آتے ہیں، اور ان کے جسم کی جلن (اور سیاہی وغیرہ کی نشانی) دور ہوجائے گی، پھر اللہ عزوجل (ان کی ضروریات کے متعلق) سوال کرے گا، یہاں تک کہ ان کے لیے دنیا اور اس سے دس گنا زیادہ (نعمتوں کو) عطا فرمادے گا (مسند احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس طرح کی حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: مسلم، رقم الحدیث ۱۹۱ "۳۱۶")

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخرت میں جنت کے مستحق لوگوں کے چہرے اپنے اپنے اعمال کے مطابق کم وزیادہ روشن ہوں گے۔

اور اللہ کا ''آنا اور مسکرانا وغیرہ'' یہ اللہ کی صفات میں سے ہیں، جس پر ایمان لانا چاہیے، اور اس کی کیفیت کے درپے نہیں ہونا چاہیے، وہ آخرت میں سامنے آجائیں گی، اور اللہ کی زیارت سے مستفید ہونے والے اعمال کو اختیار کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْجِبُهُ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ، فَرُبَّمَا قَالَ: هَلْ رَأٰى أَحَدٌ مِنكُمْ رُؤْيَا ؟فَإِذَا رَأٰى الرَّجُلُ رُؤْيَا سَأَلَ عَنْهُ، فَإِنْ كَانَ لَيْسَ بِهٖ بَأْسٌ ، كَانَ أَعْجَبَ لِرُؤْيَاهُ إِلَيْهِ، قَالَ: فَجَاءَتْ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَأَيْتُ كَأَنِّيْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ، فَسَمِعْتُ بِهَا وَجْبَةً، ارْتَجَّتْ لَهَا الْجَنَّةُ، فَنَظَرْتُ، فَإِذَا قَدْ جِيْءَ بِفُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، وَفُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، حَتّٰى عَدَّتْ اِثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا وَقَدْ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً

قَبْلَ ذٰلِکَ، قَالَتْ:فَجِيءَ بِهِمْ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ طُلْسٌ، تَشْخُبُ أَوْدَاجُهُمْ قَالَتْ:فَقِيلَ:اِذْهَبُوْا بِهِمْ إِلَى نَهْرِ الْبَيْذَخِ، أَوْ قَالَ:إِلٰى نَهْرِ الْبَيْدَحِ،قَالَ:فَغُمِسُوْا فِيهِ، فَخَرَجُوْا مِنْهُ وُجُوْهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ،قَالَتْ:ثُمَّ أَتَوْا بِكَرَاسِيَّ مِنْ ذَهَبٍ فَقَعَدُوْا عَلَيْهَا، وَأُتِيَ بِصَحْفَةٍ،أَوْ كَلِمَةٍ نَحْوِهَا،فِيهَا بُسْرَةٌ ، فَأَكَلُوْا مِنْهَا، فَمَا يُقَلِّبُوْنَهَا لِشِقٍّ ، إِلَّا أَكَلُوْا مِنْ فَاكِهَةٍ مَا أَرَادُوْا، وَأَكَلْتُ مَعَهُمْ،قَالَ:فَجَاءَ الْبَشِيْرُ مِنْ تِلْكَ السَّرِيَّةِ ،فَقَالَ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَانَ مِنْ أَمْرِنَا كَذَا وَكَذَا، وَأُصِيْبَ فُلَانٌ وَفُلَانٌ، حَتّٰى عَدَّ الِاثْنَيْ عَشَرَ الَّذِيْنَ عَدَّتْهُمُ الْمَرْأَةُ،قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيَّ بِالْمَرْأَةِ،فَجَاءَتْ، قَالَ:قُصِّيْ عَلٰى هٰذَا رُؤْيَاكِ ،فَقَصَّتْ، قَالَ: هُوَ كَمَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ (أحمد، رقم الحديث ١٢٣٨٥)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے خوابوں سے خوش ہوتے تھے،اور بعض اوقات معلوم کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا،تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تعبیر دریافت کر لیتا، اگر اس میں کوئی پریشانی کی بات نہ ہوتی،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی خوش ہوتے، اسی تناظر میں ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے رسول! میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں جنت میں داخل ہوئی ہوں، میں نے وہاں ایک آواز سنی، جس سے جنت بھی ہلنے لگی، اچانک میں نے دیکھا کہ فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کو لایا جا رہا ہے، یہ کہتے ہوئے اس (عورت) نے بارہ آدمیوں کے نام گنوائے،جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے ایک سریہ (یعنی جہادی لشکر) میں روانہ فرمایا تھا،اس خاتون نے بیان کیا کہ جب انہیں وہاں لایا گیا،تو ان کے جسم پر جو کپڑے تھے وہ کالے ہو چکے تھے اور ان کی رگیں پھولی ہوئی تھیں، کسی نے ان سے کہا کہ ان لوگوں کو نہرِ بیذخ، یا نہرِ بیدخ میں لے جاؤ، چنانچہ ان کو اس نہر میں غوطہ لگایا گیا اور جب وہ نہر سے باہر نکلے،تو ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے تھے، پھر سونے کی کرسیاں لائی گئیں، وہ ان پر بیٹھ گئے، پھر ایک تھالی لائی گئی، جس میں کچی کھجوریں تھیں، وہ ان

www.idaraghufran.org

کھجوروں کو کھانے لگے، اس دوران وہ جس کھجور کو پلٹتے تھے، تو حسبِ منشاء میوہ کی شکل میں کھانے کو ملتا تھا، اور میں بھی ان کے ساتھ کھاتی رہی، کچھ عرصے کے بعد اس لشکر سے ایک آدمی فتح کی خوشخبری لے کر آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے ساتھ ایسا ایسا معاملہ پیش آیا اور فلاں فلاں آدمی شہید ہو گئے، یہ کہتے ہوئے اس نے انہی بارہ آدمیوں کے نام گنوا دیئے، جو (خواب میں دیکھ کر اس) عورت نے بتائے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عورت کو میرے پاس دوبارہ بلا کر لاؤ، وہ آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اپنا خواب اس آدمی کے سامنے بیان کرو، اس نے بیان کیا، تو وہ کہنے لگا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح بیان کیا ہے، حقیقت بھی اسی طرح ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ آخرت میں شہیدوں کے چہرے انتہائی منور اور روشن ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :-أَنَّهُ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَسَلَّمَ عَلَى الْمَقْبَرَةِ، فَقَالَ " :السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى بِكُمْ لَاحِقُونَ "ثُمَّ قَالَ " :وَدِدْنَا أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا "قَالُوا :يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ؟ قَالَ " :أَنْتُمْ أَصْحَابِي، وَإِخْوَانِي الَّذِينَ يَأْتُونَ مِنْ بَعْدِي، وَأَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ "قَالُوا :يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ " :أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ، أَلَمْ يَكُنْ يَعْرِفُهَا؟ قَالُوا:بَلَى، قَالَ " :فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ "قَالَ" :أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ "ثُمَّ قَالَ" :لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ، فَأُنَادِيهِمْ :أَلَا هَلُمُّوا، فَيُقَالُ :إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ، وَلَمْ يَزَالُوا يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ .فَأَقُولُ :أَلَا سُحْقًا سُحْقًا (ابن ماجه، رقم الحديث ۴۳۰۶)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لائے، اور یہ الفاظ کہے کہ:

”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى بِكُمْ لَاحِقُونَ“

’’سلام ہوتم پر مومنین کی قوم کے گھر والوں، اور بے شک ہم ان شاءاللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں‘‘ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھوں، تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ میرے اصحاب ہو اور میرے بھائی وہ ہیں، جو میرے بعد آئیں گے، اور میں حوضِ کوثر پر تم سے پہلے استقبال کے لیے موجود ہوں گا، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ان لوگوں کو کیسے پہچانیں گے، جو آپ کی امت میں ابھی تک پیدا نہیں ہوئے؟ (اور ان کو آپ نے نہیں دیکھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے کہ اگر ایک آدمی کے دوسرے گھوڑوں کے مقابلہ میں سفید پیشانی والے چمکتے دمکتے گھوڑے ہوں، کیا وہ ان کو نہیں پہچانے گا؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ بے شک پہچان لے گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے لوگ، وضو کے اثر کی وجہ سے قیامت کے دن، سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہو کر آئیں گے، اور میں تم سے پہلے حوضِ کوثر پر استقبال کے لیے موجود ہوں گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگوں کو میری حوضِ کوثر سے ہٹایا جائے گا، جس طرح بھولے بھٹکے اونٹ کو ہنکایا جاتا ہے، تو میں ان کو اپنی طرف بلانے کے لیے پکاروں گا، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد (دین میں) تبدیلی پیدا کردی تھی، جس کے بعد وہ ہمیشہ اپنی ایڑیوں کے بل (دین سے) منحرف ہی رہے، پھر میں کہوں گا کہ دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ (ابنِ ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے آخرت میں وضو کے ’’اعضاء‘‘ انتہائی نورانی، چمک دار اور روشن ہوں گے۔ اس لیے ہر مومن کو نماز اور اس کے لیے اچھے طریقہ پر وضو کا اہتمام کر کے اپنے اعضائے وضو کی نورانیت کو بڑھانا چاہیے۔ اور ایسے بدعت والے کاموں سے بچنا چاہیے، جو حوضِ کوثر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی نعمت سے محرومی کا باعث بنیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

www.idaraghufran.org

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط12)

امام ذہبی کا حوالہ

مشہور محدث امام ذہبی (المتوفٰی:748ہجری) فرماتے ہیں:

والنبی صلی اللہ علیہ وسلم فمفارق لسائر أمتہ فی ذلک، فلا یبلی، ولا تأکل الارض جسدہ، ولا یتغیر ریحہ، بل ہو الآن، وما زال أطیب ریحا من المسک، وہو حی فی لحدہ حیاۃ مثلہ فی البرزخ، التی ہی أکمل من حیاۃ سائر النبیین، وحیاتہم بلا ریب أتم وأشرف من حیاۃ الشہداء الذین ہم بنص الکتاب (أحیاء عند ربہم یرزقون)(آل عمران) وہؤلاء حیاتہم الآن التی فی عالم البرزخ حق، ولکن لیست ہی حیاۃ الدنیا من کل وجہ، ولا حیاۃ أہل الجنۃ من کل وجہ، ولہم شبہ بحیاۃ أہل الکہف.

ومن ذلک اجتماع آدم وموسی لما احتج علیہ موسی، وحجہ آدم بالعلم السابق. کان اجتماعہما حقا، وہما فی عالم البرزخ، وکذلک نبینا -صلی اللہ علیہ وسلم -أخبر أنہ رأی فی السماوات آدم، وموسی، وإبراہیم، وإدریس، وعیسی، وسلم علیہم، وطالت محاورتہ مع موسی، ہذا کلہ حق، والذی منہم لم یذق الموت بعد، ہو عیسی -علیہ السلام.

فقد تبرہن لک أن نبینا -صلی اللہ علیہ وسلم -ما زال طیبا مطیبا، وإن

الأرض محرم عليها أكل أجساد الأنبياء ، وهذا شيء سبيله التوقيف، وما عنف النبي -صلى الله عليه وسلم -الصحابة -رضي الله عنهم - لما قالوا له بلا علم :وكيف تعرض صلاتنا عليك ، وقد أرمت؟! -يعني :قد بليت .-فقال :(إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء) (سير اعلام النبلاء، ج۹،ص ۱۶۱ ،تحت ترجمة:وكيع بن الجراح بن مليح بن عدى الرؤاسى)

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ میں پوری امت سے جُدا حکم رکھتے ہیں کہ آپ کا جسم بوسیدہ نہیں ہوتا، اور آپ کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی، اور آپ (کے بدن مبارک سے پھوٹنے والی مخصوص نوعیت) کی خوشبو متغیر نہیں ہوتی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی اور آئندہ بھی ہمیشہ مشک کی خوشبو سے زیادہ معطر ہیں، اور آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، برزخ میں آپ کو اس کے مثل حیات حاصل ہے، جو کہ تمام نبیوں کی حیات سے زیادہ اکمل ہے، اور انبیائے کرام کی حیات بلا شک وشبہ اُن شہداء سے اتم اور اشرف ہے، جن کی حیات کا قرآن مجید کی سورہ آلِ عمران میں اس طرح ذکر آیا ہے کہ ''**أحياء عند ربهم يرزقون** '' اور انبیائے کرام کی اب بھی عالمِ برزخ میں حیات برحق ہے۔ [1]

لیکن وہ ہر جہت سے دنیا کی حیات نہیں ہے، اور نہ ہر جہت سے جنت والوں کی حیات ہے، اور انبیائے کرام کی حیات ''اہلِ کہف'' کی حیات کے مشابہ ہے۔

اور اسی قبیل سے آدم اور موسیٰ علیہما السلام کا جمع ہونا ہے، جب اُن سے موسیٰ علیہ السلام نے گفتگو کی، اور موسیٰ علیہ السلام سے آدم علیہ السلام نے اپنے سابق علم کی روشنی میں گفتگو کی، ان دونوں حضرات کا اجتماع بھی برحق ہے، اور یہ دونوں نبی، عالمِ برزخ میں ہیں۔

---

[1] مذکورہ عبارت میں انبیائے کرام کی حیات کے برزخ میں ہونے کو برحق فرمایا گیا ہے، اسی کو ''برزخی حیات'' کہا جاتا ہے، اور جن حضرات نے ''حقیقی حیات'' فرمایا، وہ اس کے برخلاف نہیں، کیونکہ ''حقیقی'' کا راجح مطلب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ وہ حقیقت اور نفس الامر میں واقع کے مطابق ہے، صرف روحانی وخیالی، یا محض خواب کے درجہ کی نہیں، اور کسی جہت سے تمثیل اس کے منافی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

اوراسی طریقہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ انہوں نے آسمانوں میں آدم اور موسیٰ اور ابراہیم اور ادریس اور عیسیٰ علیہم السلام کو دیکھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طویل گفتگو ہوئی، یہ تمام باتیں برحق ہیں۔

اورانبیائے کرام میں سے جن کی (دنیاوی) موت واقع نہیں ہوئی، جوکہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) ان کو بھی دیکھا۔

پس آپ کے سامنے مضبوط دلیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم برابر خوشبودار ہیں، اور آپ سے برابر خوشبو مہکتی ہے، اور زمین پر انبیاء کے اجسام کو کھانا حرام کردیا گیا ہے۔

اور یہ ایسی چیز ہے، جس پر مطلع ہوئے بغیر خاموشی کا حکم ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس بات پر تنبیہ نہیں فرمائی، جب انہوں نے علم کے بغیر یہ سوال کیا کہ ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا، جب کہ آپ مٹی ہو چکے ہوں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو کھانا حرام قرار دے دیا ہے (سیر اعلام النبلاء)

مذکورہ عبارت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور برزخ میں حیات کی تصریح ہے۔

ساتھ ہی مذکورہ عبارت میں آپ کی حیات کے **من کل الوجوہ** دنیا کی حیات اور **من کل الوجوہ** جنت کی حیات ہونے کی نفی کی گئی ہے، اور اس سلسلہ میں نصوص کے بغیر کوئی حکم لگانے کی نفی کی گئی ہے۔

اور بطور تفہیم کے آپ کی حیات کو ''اہلِ کہف'' کی حیات سے مشابہت دی گئی ہے۔

اور اہلِ کہف کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ حالت بیان فرمائی ہے کہ:

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ (سورة الكهف، رقم الآية ١٨)

اور یہ بات ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت ومشیت سے انبیاء کے اجسام وابدان کو بھی دائیں، بائیں کروٹ پر بدلتا رہتا ہو، جیسا کہ ظاہر اسباب میں میڈیکل کی رُو سے جسم کو متغیر ہونے سے بچنے

کے لیے اس طرح کی حرکت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مافوق الاسباب حرکت دیے بغیر ان کے اجسام وابدان کو سلامت رکھتا ہو۔

امام ذہبی کا دوسرا حوالہ

امام ذہبی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

فالجواب: أنهم مثلوا له،فرآهم غير مرة، فرأى موسى فی مسيرة قائما يصلي في قبره، ثم رآه ببيت المقدس، ثم رآه في السماء السادسة هو وغيره، فعرج بهم، كما عرج بنبينا صلوات الله على الجميع وسلامه. والأنبياء أحياء عند ربهم كحياة الشهداء عند ربهم، وليست حياتهم كحياة أهل الدنيا، ولا حياة أهل الآخرة، بل لون آخر، كما ورد أن حياة الشهداء بأن جعل الله أرواحهم في أجواف طير خضر، تسرح في الجنة وتأوى إلى قناديل معلقة تحت العرش، فهم أحياء عند ربهم بهذا الاعتبار كما أخبر سبحانه وتعالى، وأجسادهم في قبورهم .وهذه الأشياء أكبر من عقول البشر، والإيمان بها واجب كما قال تعالى: (الذين يؤمنون بالغيب) (سير أعلام النبلاء،ج ۱،ص ۲۸۴،ذكر معراج النبي صلى الله عليه وسلم إلى السماء)

ترجمہ: اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ (شبِ معراج میں) انبیائے کرام کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمثیل پیش کی گئی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن انبیاء کو ایک سے زیادہ مرتبہ دیکھا، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو راستے میں اُن کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر دوبارہ ان کو بیت المقدس میں دیکھا، پھر سہ بارہ ان کو، اور ان کے علاوہ دوسرے نبیوں کو چھٹے آسمان میں دیکھا، پھر اُن نبیوں کو اوپر لے جایا گیا، جیسا کہ ہمارے نبی کو اوپر لے جایا گیا، ان سب پر اللہ کی رحمت اور اللہ کی سلامتی نازل ہو۔

www.idaraghufran.org

اور انبیاء، اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، جس طریقے سے شہداء کی حیات بھی، اپنے رب کے پاس ہے، اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھ دیا ہے، جو جنت میں گھومتی پھرتی ہیں، اور عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں ٹھکانہ پکڑتی ہیں، پس وہ حضرات اپنے رب کے پاس اس اعتبار سے ہی زندہ ہیں، جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے خبر دی ہے، اور ان کے اجسام اور ابدان، اُن کی قبروں میں ہیں، اور یہ چیزیں بشری عقلوں سے بالاتر ہیں، اور ان پر ایمان لانا واجب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا (سورہ بقرہ میں) ارشاد ہے کہ ''الذین یؤمنون بالغیب'' (سیر اعلام النبلاء)

فائدہ: انبیاء کی قبروں کے علاوہ آسمان وغیرہ پر انبیاء کی تمثیل پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آسمان پر دیکھے جانے والے، انبیاء، کسی دوسری طرح کے نہیں تھے، بلکہ ویسے ہی تھے، جیسے زمین پر دیکھے تھے، اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے، اور اس کی قدرت طرح طرح کے شکوک وشبہات کرنے والوں پر غالب ہے، جس پر کسی کے شک وشبہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سمجھنے کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ جس طرح سے نیند میں سونے والے کا جسم اور بدن، زمین کے مخصوص حصہ میں ہوتا ہے، اور اس کی روح مختلف مقامات پر چلی جاتی ہے، اسی طرح انبیائے کرام وشہدائے عظام کے اجسامِ عنصری بھی اپنی اپنی حسبِ شان اُن کی قبروں میں ہوتے ہیں، اور ان کی ارواح عالمِ بالا میں مختلف مقامات پر ہوتی ہیں، اور جس طرح سونے والے کے جسم کے ساتھ، اس کی روح کا تعلق ہوتا ہے، اسی طرح انبیائے کرام وشہدائے عظام وغیرہ کے اجسام وابدان کے ساتھ اُن کی ارواح کا تعلق ہوتا ہے، اور یہ بات اپنے مقام پر ذکر کی جاچکی ہے کہ قرآن وسنت میں، نیند کو موت کی نظیر قرار دیا گیا ہے، جس کی روشنی میں انبیائے کرام وغیرہ کے اجسام وابدان اور ان کی ارواح کے مسئلے کو بآسانی سمجھا جاسکتا ہے، تاہم یہ بات ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ نینداور خواب کی حالت، موت اور اس کے بعد عالمِ برزخ میں پیش آنے والے احوال کی ایک نظیر، ضرور ہے، لیکن وہ اس کا ''عین'' نہیں، بلکہ ''غیر'' ہے، اس لیے اگر بعض جہات سے موت اور عالمِ برزخ کے احوال کو نیند سے مشابہت ومماثلت حاصل نہ ہو، تو اس سے مسئلہ ہٰذا پر کوئی فرق نہیں پڑتا، جیسا کہ

''نظائر وامثال'' کے متعلق یہ بات اصولی طور پر طے شدہ ہے۔

امام ذہبی کا تیسرا حوالہ

اورامام ذہبی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

قلت: النبی صلی الله علیه وسلم سید البشر، وهو بشریأکل ویشرب وینام، ویقضی حاجته، ویمرض ویتداوی، ویتسوک لیطیب فمه، فهو فی هذا کسائر المؤمنین، فلما مات – بأبی هو وأمی صلی الله علیه وسلم – عمل به کما یعمل بالبشر من الغسل والتنظیف والکفن واللحد والدفن، لکن ما زال طیبا مطیبا، حیا ومیتا، وارتخاء أصابعه المقدسة، وانثناؤها، وربو بطنه لیس معنا

نص علی انتفائه، والحی قد یحصل له ریح وینتفخ منه جوفه، فلا یعد هذا – وإن کان قد وقع – عیبا، وإنما معنا نص علی أنه لا یبلی، وأن الله حرم علی الأرض أن تأکل أجساد الانبیاء علیهم السلام، بل ویقع هذا لبعض الشهداء رضی الله عنهم (میزان الاعتدال للذهبی، ج۲ص ۶۴۹، ۶۵۰، تحت ترجمة ''عبد المجید بن عبد العزیز''رقم الترجمة ۵۱۸۳)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ''سیـدُ البشـر'' ہیں،اورآپ ایسے بشر ہیں، جو کھاتے اور پیتے، اورسوتے اور قضائے حاجت فرماتے تھے، اور بیمار ہوتے تھے،اور دواوعلاج کرتے تھے،اوراپنے منہ کوصاف کرنے کے لیےمسواک فرماتے تھے،پس ان امور کےاندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مومنین کی طرح ہیں، پھر جب آپ کی وفات ہوگئی، ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرقربان ہوں،تو آپ کے ساتھ اُسی طرح کا معاملہ کیا گیا، جس طرح کا معاملہ بشر کے ساتھ کیا جاتا ہے،یعنی آپ کوغسل دیا گیا،اورآپ کی صفائی کی گئی،اورکفن پہنایا گیا،اورقبر مبارک میں رکھا

گیا، اور آپ کو دفن کیا گیا، اور آپ برابر خوشبودار ہیں، اور آپ سے برابر خوشبو مہکتی ہے، زندہ ہونے کی حالت میں بھی، اور وفات کے بعد بھی۔

اور (آپ کی وفات کے بعد) آپ کی مبارک انگلیوں کے ڈھیلا ہونے، اور اُن کے ٹیڑھا ہونے اور آپ کے پیٹ پھولنے کے متعلق ہمارے پاس کوئی ایسی نص نہیں، جو اس کی نفی کرتی ہو، اور زندہ آدمی کو بعض اوقات ریاح ہوجاتی ہے، اور اس کا پیٹ پھول جاتا ہے، لہٰذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اگرچہ بعض اوقات یہ عیب کا باعث ہوتا ہے، البتہ ہمارے پاس ایسی نص آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بوسیدہ نہیں ہوتا، اور بے شک اللہ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام قرار دے دیا ہے، بلکہ بعض اوقات یہ چیز بعض شہداء رحمہم اللہ کو بھی حاصل ہوجاتی ہے (کہ اُن کے اجسام مٹی نہیں کھاتی، لیکن ایسا ضروری نہیں) (میزانُ الاعتدال)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی بشری تقاضوں کے مطابق، موت واقع ہوئی، اور ان کو موت کے بعد جو اعزازات عطاء کیے گئے، ان میں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ کا جسم قیامت تک متغیر اور مٹی ہونے سے محفوظ رکھا گیا ہے، اور اس جسم سے آپ کی دنیاوی زندگی کی طرح خوشبو مہک رہی ہے، اور مہکتی رہے گی، جبکہ اس حیات کے برزخی ہونے کی تصریح پہلے گزر چکی ہے، اور تصریح نہ بھی ہوتی، تب بھی اصولِ کلی سے یہ امر ثابت ہے۔ (جاری ہے............)

مقالات ومضامین مولانا شعیب احمد

عدل کے پاسباں اور حق کے حمایتی بن جاؤ

محبت اور نفرت دو ایسے جذبے ہیں جو اگر حد سے بڑھ جائیں، تو تعصب جنم لیتا ہے۔ اپنے محبین اور متعلقین کی بے جا حمایت اور طرفداری اور اپنے مخالفین کی بے جا مخالفت اور تنقید کو تعصب کہا جاتا ہے۔ کسی بھی جماعت، سیاسی لیڈر یا مذہبی راہنما سے محبت اور تعلق پیدا ہو تو ہر صحیح اور غلط بات میں اس کا ساتھ دینا اور جس پارٹی اور سیاسی یا مذہبی شخصیت سے نفرت ہو تو اس کی صحیح اور درست بات کو بھی غلط ثابت کرنا، یہ ہمارا قومی مزاج بن چکا ہے۔ ہمارے ہاں اپنے سیاسی لیڈران اور مذہبی راہنماؤں کی ہر بات کا دفاع کرنا لازم سمجھا جاتا ہے اور ان کے کئی غلط کاموں کو بھی تاویل کے رنگ میں درستگی کا جامہ پہنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جبکہ اپنے مخالفین کی درست باتوں اور صحیح کاموں میں بھی کیڑے نکال نکال کر اس کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ سب محبت ونفرت میں غلو اور حد سے تجاوز کا نتیجہ ہے۔ نیز اسی تعصب سے پھر سیاسی گروہ بندی اور مذہبی فرقہ پرستی بھی وجود میں آتی ہے۔

تعصب کی یہ روش کوئی نئی نہیں بلکہ بہت قدیم ہے۔ اس کا سرا زمانۂ جاہلیت سے جا ملتا ہے۔ جزیرۂ عرب جب جاہلیت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا تو چھوٹی اور معمولی باتوں پر ایک قبیلہ کا دوسرے قبیلہ پر حملہ کر دینا اور عرصۂ دراز تک اس جنگ کو جاری رکھنا معمول کی کارروائی تھی۔ یہ لڑائیاں حق و باطل کی بنیاد پر نہیں بلکہ قبائلی بنیادوں پر ہوا کرتی تھیں۔ یعنی قطع نظر اس سے کہ کون سا قبیلہ حق پر ہے، ہر شخص پر لازم تھا کہ وہ اپنے قبیلے کا ساتھ دے اور دوسرے قبیلے کی مخالفت کرے، خواہ مخالف قبیلہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔

اسلام نے آ کر یہ سکھایا کہ انسان محبت یا نفرت میں بھی حق گوئی اور انصاف پسندی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ اس نے یہ تعلیم دی کہ آدمی کو ہر حال میں حقیقت پسند اور منصف مزاج ہونا چاہیے۔ وہ تاکید کرتا ہے کہ عدل وانصاف کے علمبردار اور حق کے حمایتی بن کر جیو۔ فرمانِ خداوندی

www.idaraghufran.org

ہے کہ:

" یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُونُوا قَوَّامِینَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَی أَنْفُسِکُمْ أَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْأَقْرَبِینَ " (سورة النسآء، رقم الآية: ۱۳۵)

’’اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے، اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن کر رہو، خواہ (وہ انصاف کی بات یا گواہی) تمہارے اپنے خلاف ہو یا تمہارے والدین کے یا تمہارے رشتہ داروں کے‘‘ (نساء)

یہ تو ہوئی محبت کے حوالے سے اعتدال کی تعلیم کہ کسی کی محبت تمہیں حق بات کہنے سے نہ روکنے پائے۔ حتیٰ کہ کوئی کھری اور سچی بات یا کوئی اعتراف تمہارے اپنے یا اپنے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے خلاف ہو، تب بھی قبولِ حق میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ ؎

تو رازِ کُن فکاں ہے اپنی آنکھوں پہ عیاں ہو جا   خودی کا رازداں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا

باقی رہا نفرت وعداوت کا معاملہ، تو اس کے متعلق ارشاد ہے کہ:

" یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُونُوا قَوَّامِینَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَی أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَی "(سورة المآئدة، رقم الآية: ۸)

’’اے ایمان والو! اللہ کے لیے حق پر قائم رہنے والے، انصاف کی گواہی دینے والے بن کر رہو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے‘‘ (مائدہ)

اس میں اپنے دشمنوں، ناپسندیدہ افراد اور جماعتوں کے متعلق یہ ہدایت آ گئی کہ ان سے دشمنی اور نفرت کی بناء پر تمہیں ان کے متعلق حق اور انصاف پر مبنی بات کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے۔ یعنی نفرت وعداوت میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اپنے مخالفین کے اچھے کاموں کو بھی نظرانداز کر دو، یا عداوت میں اس انتہاء پر پہنچ جاؤ کہ اپنے مخالفین پر الزام تراشی اور بہتان تراشی شروع کر دو۔

یاد رکھیے جس سے ہمارا اختلاف ہو جائے وہ بہر حال مسلمان اور کم از کم انسان تو ہے۔ کسی بھی سیاسی

یا مذہبی اختلاف کی بناء پر اس کے کھاتے میں وہ برائیاں بھی ڈالنا جو اس نے کبھی کی ہی نہیں غیر معتدل روش اور ناانصافی والا رویہ ہے۔آج ہماری زبانیں آزاد ہو چکی ہیں۔اپنے مخالفین کے متعلق جو جی میں آتا ہے بولتے چلے جاتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے اللہ جتنا ہمارا رب ہے اتنا ہی ان لوگوں کا بھی رب ہے جن سے ہمیں اختلاف ہے۔جس طرح خدا کل ان سے غلط نظریات،افکار اور اعمال کے متعلق سوال کرے گا اسی طرح ہم سے بھی پوچھ ہوگی کہ بلا تحقیق تم نے کسی پر الزام تراشی کیوں کی؟

محبت ونفرت دونوں جذبوں میں اسلام کی تعلیمِ عدل وانصاف کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو ہمارا معاشرہ سیاسی ومذہبی تعصب سے پاک ہوسکتا ہے۔نیز ہمیں یہ بات بھی سمجھنی ہوگی کہ غلطیوں سے نہ تو کوئی سیاسی لیڈر پاک ہے اور نہ ہی کوئی مذہبی راہنما معصوم عن الخطاء ہوسکتا ہے۔لہٰذا اپنے پسندیدہ لیڈروں اور راہنماؤں کی غلطیوں کا اقرار کرنے کا حوصلہ ہمیں اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا۔کسی کا اگر کوئی فعل یا کلام غلط ہے تو جذباتی،قلبی،سیاسی یا مذہبی وابستگی کے باوجود صاف بات کہیے کہ ہاں اس معاملہ میں ان سے غلطی ہوئی اور آگے بڑھ جائیے۔اسی طرح اپنے مخالفین سے اختلاف کی حد مقرر کیجیے۔دلائل کی بنیاد پر افکار ونظریات سے بھلے اختلاف کیجیے لیکن شخصیت پر کیچڑ اچھالنے یا الزام تراشی سے اجتناب لازم ہے۔نیز اپنے مخالفین میں سے اگر کسی کی کوئی خوبی بیان کرنی پڑے تو برملا کہیے کہ ہزار اختلافات کے باوجود ان کی فلاں خوبی کا میں اعتراف کرتا ہوں۔یہی انصاف کا تقاضا اور اعتدال کا راستہ ہے۔

علم کے مینار

مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء وفقہاء (قسط20)

گزشتہ مضامین میں فقہ اسلامی کی مختصر تاریخ، تدوین وترویج اور اس تناظر میں حنفی فقہاء وعلماء اور ان کی دینی وعلمی اور فقہی خدمات، کتب وتصانیف کا ذکر کیا گیا، ذیل کی سطور میں اہلِ سنت والجماعت کے دوسرے بڑے امام''امام مالک رحمہ اللہ'' اور آپ کے فقہی مسلک اور اس سلسلہ میں آگے چل کر ان شاء اللہ تعالیٰ مالکی علماء وفقہاء اور ان کی گراں قدر خدمات کا ذکر کیا جائے گا۔

(2)...... مالکی مسلک

یہ اہلِ سنت والجماعت کا دوسرا بڑا فقہی مسلک ہے، جس کے بانی امام مالک بن انس رحمہ اللہ ہیں، آپ امتِ مسلمہ کے بڑے محدث، فقیہ اور ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں، آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں 93 ہجری میں ہوئی، اور وفات 179 ہجری میں ہوئی، جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

مالکی مسلک، حنفی مسلک کے بعد باقی مسالک پر مقدم ہے، مالکی مسلک کے بنیادی مآخذ: قرآنِ کریم، سنتِ رسول اللہ، اجماع اور اہلِ مدینہ کا عمل ہے، چونکہ اس مسلک کا مولد ومنشاء مدینہ منورہ ہے، اس لیے اس مسلک کی ترویج مدینہ منورہ سے ہی ہوئی۔

مالکی مسلک کی ابتداء

امام مالک رحمہ اللہ مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے، اور آپ نے زیادہ تر علمی استفادہ بھی علمائے حجاز سے ہی کیا تھا۔

علمائے مدینہ کی احادیث کو خوب یاد رکھتے تھے، ان کی سند بھی زیادہ قوی تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ جات، ابنِ عمر، حضرت عائشہ اور فقہائے سبعہ کے اقوال سب سے زیادہ جانتے تھے، اور آخر وقت تک مدینہ منورہ کو اپنا مسکن بنائے رکھا، اس لیے اس مسلک کی ابتداء مدینہ منورہ

سے ہوتی ہے۔

(حجة الله البالغة، ص ٣٠٧، باب أسباب اختلاف مذاهب الفقهاء)

جس کا مختصر پسِ منظر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں دینی احکام کا دارومدار وحیِ الٰہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشادات وافعال تھا، نیز اس دور میں صحابہ اہلِ فتویٰ بھی موجود تھے، اس کے بعد صحابہ اور تابعین کے دور میں علومِ شرعیہ کے حاملین، حجاز (مکہ ومدینہ) عراق، شام، مصر اور عالمِ اسلام کے دیگر مرکزی مقامات میں پھیل گئے، اوران کے اصولِ فقہ وفتاویٰ ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ مختلف تھے۔

ان میں مکہ ومدینہ کے اہلِ علم کہ جن کو''علمائے حجاز'' بھی کہا جاتا تھا، حدیث کی اسانید ومتون میں مشہور ومعتبر تھے، ان کے سلسلۂ تلمذ میں بڑے بڑے ائمہ حدیث پیدا ہوئے، اوران کا مرکز حجاز کے دوشہر''مكة المكرمة''اور''مدينة المنورة''ہونے کی وجہ سے، ان کو''مدرسةُ الحجاز''یعنی حجازی مکتبۂ فکر کے علماء کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

اس جماعت کے سرخیل و بانی امام مالک بن انس رحمہ اللہ ہیں، جنہوں نے''فقہ مالکی'' کی بنیاد رکھی، مالکی فقہ کی بنیاد زیادہ تر قرآن وسنت اوراہلِ مدینہ کے عمل پر ہے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ میں اپنی کتاب''مؤطا''کو فقہی ترتیب وتبویب پر اس طرح مدوّن کیا کہ یہ کتاب گویا اس طبقہ کی ترجمان بن گئی(مقدمة ابن خلدون، ص ٢٥٦، الفصل السابع، علم الفقه وما يتبعه من الفرائض) [1]

---

[1] امام مالک رحمہ اللہ ودیگر علمائے اسلام نے اپنی خداداد علمی وفکری صلاحیتوں اور مجتہدانہ بصیرت کی بناء پر اپنے اپنے دور میں حسبِ ضرورت قرآن وحدیث سے مسائلِ فقہ مرتب کئے، اوراس طرح ان ائمہ کے زیرِ اثر بہت سارے فقہی مکاتب وجود میں آئے، جن میں چار فقہی مکاتبِ فکر(حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) اوران کے پیروکار آج بھی موجود ہیں، جن کی اتباع کرنے والے بالترتیب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کہلاتے ہیں، اوراہلِ سنت والجماعت کے یہ چاروں فقہی مذاہب آج بھی مسلمانوں میں مختلف علاقوں اور ملکوں میں رائج ہیں کہ جن پر مختلف ممالک میں لوگ عمل پیرا ہیں۔

جبکہ دوسرے فقہی مسالک یا تو ان چاروں مسالک میں ضم ہوگئے، یا پھران خاص پذیرائی حاصل نہ ہوسکی، جیسا کہ سفیان ثوری، حسن بصری اور امام اوزاعی وغیرہ کے فقہی مسالک، تاہم ان حضرات کے اقوال وفتاویٰ اب بھی فقہ کی بعض کتابوں میں موجود ہیں، جن سے علمائے اسلام استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

مالکی مسلک کی نشر واشاعت

ابتداءً یہ مسلک مدینہ منورہ سے پورے حجاز میں پھیلا، پھر بصرہ، مصر، افریقہ، اندلس، یمن، بلادِ فارس، بلادِ روم اور بلادِ شام کے مختلف علاقوں میں پھیلا، اوراس وقت بھی اس فقہ کے پیروکاروں کی کثیر تعداد موجود ہے، لیکن مالکی فقہ کا رواج مغربی افریقہ، اندلس اور ملحقہ علاقوں میں زیادہ ہوا۔

امام مالک کی فقہی خدمات پر ایک نظر

امام مالک رحمہ اللہ کا شمار فقہائے حدیث میں ہوتا ہے، ان کا فقہی مسلک اہلِ مدینہ تھا، خاص طور پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق تھا، آپ کے پہلے استاد ''ربیعہ رائی'' ہیں، جبکہ دوسرے بڑے استاد ابنِ شہاب زہری اور نافع ہیں۔ [1]

آپ ذہانت، محنت اور ذوق وشوق کی بناء پر سترہ سال کی عمر میں جملہ دینی علوم میں درجۂ کمال کو پہنچ گئے تھے، اوراسی عمر میں آپ اپنے اساتذہ وشیوخ کی اجازت سے مسندِ درس وافتاء پر بیٹھے۔

دینی علوم میں درجۂ کمال کی وجہ سے آپ اپنے کئی شیوخ کی حیات میں بھی فتویٰ بھی دیا کرتے تھے، اور منقول ہے کہ آپ کے حلقۂ درس وافتاء میں آپ کے اساتذہ وشیوخ بھی شریک ہوتے تھے۔

آپ مسجد نبوی میں درس وتدریس فرمایا کرتے تھے، جہاں آپ اپنے استاد حضرتم نافع کی زندگی میں بیٹھ کر ان سے علم حاصل کیا کرتے تھے، جبکہ دوسرا حلقۂ درس وادیٔ عقیق کے مقام پر ہوتا تھا، جہاں آپ کا ذاتی مکان تھا، آپ کے درس میں وقار اور حدیثِ نبوی کا احترام خاص طور پر نظر آتا تھا۔

تلامیذ واصحاب

امام مالک رحمہ اللہ کی درسگاہ سے دینی وعلمی فیض یافتہ طلباء واصحاب کی تعداد بہت زیادہ ہے، خود امام شافعی نو برس تک آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرتے رہے، قاضی عیاض نے ترتیب المدارک

---

[1] جن کے بارے امام صاحب کا قول ہے کہ:

ربیعہ کے انتقال کے بعد فقہ کی شیرینی ختم ہوگئی (تھذیبُ التھذیب، ج۱۰،ص۶)

اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ابنِ شہاب زہری جیسا فقیہ ومحدث، مدینہ میں نہیں پایا (تھذیبُ التھذیب، ج۳،ص۲۵۸)

www.idaraghufran.org

میں آپ کے جن تلامیذ واصحاب کا ذکر کیا ہے، ان کی تعداد تیرہ سو (۱۳۰۰) سے زائد بنتی ہے۔ [1]

مؤطا امام مالک

احادیث نبوی میں آپ کی اپنی سند سے جمع کردہ احادیث کے نسخے کو ''مؤطا امام مالک'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ''مؤطا امام مالک'' کو حدیث کی کتابوں میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے، جو کہ احادیث کی کتابوں اور خاص طور پر مالکی مسلک میں ایک بنیادی اور ابتدائی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

آپ کے زمانہ میں فقہ وحدیث کی تدوین کا کام شروع ہو چکا تھا، اور اس دوران کئی علماء وفقہاء نے کتابیں مدون کیں، مگر ''مؤطا امام مالک'' کا ان میں ایک خاص مقام حاصل ہے، اور اس کتاب کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے امام مالک رحمہ اللہ واحد شخصیت ہیں کہ جنہوں نے خود اس کتاب کو تالیف فرمایا، اور آپ کی یہ تصنیف، فنِ حدیث سے متعلق آج بھی امت کے ہاتھوں میں موجود ہے، جبکہ باقی ائمہ ثلاثہ کی طرف منسوب کتب ان کی اپنی تالیف کردہ نہیں ہیں، بلکہ ان کے اصحاب وشاگردوں کی جمع کردہ روایات پر مبنی ہیں، البتہ ''مسند احمد'' جو کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تالیف کردہ ہے، مگر اس کی موجودہ ترتیب خود ان کی اپنی نہیں ہے۔

''مؤطا امام مالک'' آپ کی زندگی میں ہی شہرت کی بلندیوں کو چھو چکی تھی، انہی کی زندگی میں یہ کتاب اندلس میں آپ کے شاگرد ''یحییٰ بن یحییٰ'' کے ذریعہ پہنچ چکی تھی، اور افریقہ کے علاوہ اہل مشرق بھی اس کتاب کے نسخوں کو اپنے اپنے علاقوں کی زینت بنا چکے تھے۔

چنانچہ آپ کے شاگردوں میں امام محمد رحمہ اللہ بھی شامل ہیں کہ جنہوں نے امام مالک رحمہ اللہ سے براہِ راست ''مؤطا امام مالک'' کو سنا، بعد میں امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے دیگر اساتذہ کرام سے

[1] اور امام ذہبی فرماتے ہیں کہ:

''آپ سے اتنے زیادہ لوگوں نے حدیث روایت کی ہے کہ ان کو شمار میں لانا مشکل ہے (تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۱۹۴)

چنانچہ آپ کے تلامذہ میں ابو محمد یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلسی رحمہ اللہ (م ۲۳۴ھ) بڑے مقام ورتبہ کے مالک تھے، آپ اندلس سے لگ بھگ چھ ہزار کلومیٹر کا سفر طے کر کے امام مالک کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے، اور آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے تھے، جو کہ بعد میں اندلس اور ملحقہ علاقوں میں مالکی مسلک کے ناشر وترجمان بنے، جن سے مالکی مسلک کو مغربی ممالک میں بہت فروغ حاصل ہوا۔

سنی ہوئی احادیث کو بھی موطا میں درج کیا تھا، لیکن یہ وہ روایات تھیں کہ جن کو امام مالک نے اپنی موطا بیان نہیں کیا تھا، اسی بناء پر ان کی موطا، موطا امام محمد کے نام سے مشہور ہے، جس کا مکمل نام ’’**موطأ مالک بروایة محمد بن الحسن الشیبانی**‘‘ ہے، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی موطا میں ہر حدیث کے آخر میں حنفی مسائل کو بھی ذکر کیا ہے۔

موطأ فقہ کی کتاب بھی ہے اور حدیث کی بھی، کیونکہ یہ کتاب مرفوع احادیث کے علاوہ بہت سے فقہی احکام پر مبنی فقہاء صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے فتاوی، فیصلہ جات اور اجتہادات سے بھی مالا مال ہے، فقہ اور اصول فقہ کے بارے میں امام مالکؒ کے نقطہ نظر کو واضح کرتی ہے۔

محدثین کے نزدیک احادیث کو نقل کرنے کے باب میں ’’**مالک عن نافع عن ابنِ عمر**‘‘ کی سند، انتہائی قابلِ اعتبار، مضبوط اور سلسلۃ الذہب شمار ہوتی ہے، یعنی احادیث کی اسناد کی ایک ایسی سنہری کڑی، جس میں کوئی کھوٹ نہیں۔

ائمہ حدیث وفقہ کے نزدیک آپ کا درجہ ومقام

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> ’’بلا شبہ امام مالک رحمہ اللہ کے چند مناقب (وصفات) ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں، میں نہیں جانتا کہ وہ آپ کے علاوہ کسی اور میں بھی پائی جاتی ہوں۔ پہلی طول عمر اور روایت کے نقل کرنے میں حد درجہ کا مقام، دوسرے ذہن وسمجھ کی تیزی اور وسیع علم، تیسرے ان کے حجت اور صحیح الروایۃ ہونے پر ائمہ کا اتفاق، چوتھے ان کی دینداری، عدالت اور اتباعِ سنت پر اہل علم کا اتفاق، پانچویں فقہ اور فتویٰ اور اس کے قواعد کی صحت‘‘ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ج۱،ص۱۵۷)

آپ کے اسی درجہ ومقام کی وجہ سے بہت حضرات نے حدیث روایت کرنے میں ’’**مالک عن نافع عن ابن عمر**‘‘ کی سند کو ’’**سلسلة الذھب**‘‘ قرار دیا ہے۔

(جاری ہے......)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط71) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

خلیفہ کے اخراجات اور تنخواہ (پہلا حصہ)

مسلمانوں کا خلیفہ وقت چونکہ ان کے دین ودنیا کے امور ومشاغل اور مصالحِ عامہ کے لیے ہمہ تن مشغول رہتا ہے۔اور اسی وجہ سے اسے اپنے دستِ بازو سے اپنی اور اہل وعیال کی روزی روٹی کمانے کا وقت نہیں مل پاتا، یا اگر ملتا بھی ہے،تو اس کے تجارت یا آمدنی کے معاملات میں مشغول ہونے سے خلیفہ کے کام ظاہری یا باطنی اعتبار سے متاثر ہوتے ہیں۔اور یہ قاعدہ بھی ہے کہ جو کوئی بھی کسی دوسرے کی منفعت میں محبوس اور پابند ہو،تو جس کی خدمت ومنفعت میں محبوس ہوتا ہے،اسی پر اس کا نان نفقہ لازم ہوتا ہے۔ [1]

جیسے بیوی شوہر اور گھر کی منفعت کی خاطر محبوس ہوتی ہے،تو شوہر پر ہی اس کا نان نفقہ لازم ہوتا ہے۔اسی طرح قاضی، جج، گورنر یا دیگر انتظامی اداروں کے منتظمین جو عام رعایا کی دین ودنیا کی منفعت اور فائدہ کی خاطر اپنے آپ کو ادائیگی فرائض وذمہ داریوں میں قید ومحبوس رکھتے ہیں،تو عام رعایا پر ہی ان کا نان نفقہ وخرچہ لازم ہوا کرتا ہے،جو پہلے زمانے میں بیت المال سے دیا جاتا تھا۔ [2]

اسی وجہ سے اکثر فقہائے کرام قاضی وجج کی تنخواہ وخرچ کے بیت المال سے ادا کرنے کے قائل ہیں۔

[1] (قوله والنفقة على الآجر والراهن) أى نفقة العبد المأجور والمرهون على مالكه والمستعار على المستعير،؛ لأنه يستوفى منفعته بلا عوض، فهو محبوس فى منفعته وقد مر أول الباب أن كل محبوس لمنفعة غيره تلزمه نفقته(الدر المختار وحاشية ابن عابدين ج۳ص۶۳۸ باب النفقة،مطلب فى نفقة المملوک)

[2] النفقة: من حقوق الزوجة على زوجها: النفقة، وقد أجمع علماء الإسلام على وجوب نفقات الزوجات على أزواجهن بشروط يذكرونها فى باب النفقة .والحكمة فى وجوب النفقة لها أن المرأة محبوسة على الزوج بمقتضى عقد الزواج، ممنوعة من الخروج من بيت الزوجية إلا بإذن منه للاكتساب، فكان عليه أن ينفق عليها، وعليه كفايتها، فالنفقة مقابل الاحتباس، فمن احتبس لمنفعة غيره كالقاضى وغيره من العاملين فى المصالح العامة وجبت نفقته.

والمقصود بالنفقة توفير ما تحتاج إليه الزوجة من طعام، ومسكن، وخدمة، فتجب لها هذه الأشياء وإن كانت غنية، لقوله تعالى:} وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف{وقال عز من قائل: } لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله(الموسوعة الفقهية الكويتية ج۲۴ص۶۴ مادة: زوجة)

چنانچہ اگر قاضی یا کوئی بھی حکومتی منتظم اگر غریب ہو، تو تمام فقہائے کرام کے نزدیک اس کے لیے اتنا خرچ معین کیا جانا چاہیے کہ جس سے وہ اپنے اور اپنے گھر والوں کی کفالت کر سکے، اور حتیٰ کہ اس سے بھی زیادہ وسعت ہونی چاہیے تا کہ اس کی اپنے منصب پر رہتے ہوئے دوسروں کے اموال پر نظر ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو۔ [1]

اور اگر قاضی یا منتظم امیر و غنی ہو تو اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض حنفیہ کے نزدیک اس کے لیے بیت المال سے خرچ لینا جائز نہیں، کیونکہ اس کو اس خرچ کی ضرورت نہیں۔ اور بعض کے نزدیک نہ صرف اس کے لیے لینا جائز ہے، بلکہ اس کو خرچ لینا افضل ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے بعد کوئی اور شخص اس کے منصب پر آئے، اور وہ ضرورت مند ہو، تو یہ نہ ہو کہ اس کا یہ عمل دوسروں کے لیے نمونہ بن جائے۔

دیگر فقہائے کرام کے نزدیک بھی اگر وہ غنی ہو، اور اس کے پاس اتنے اسباب موجود ہوں کہ ان سے اس کا گزر بسر آسانی سے ہو سکے، تو اس کے لیے بیت المال سے خرچ لینا جائز نہیں، ہاں اگر وہ محتاج و غریب ہو، تو بقدرِ ضرورت اپنے اور اپنے گھر والوں کی حالت کے مطابق لینا جائز ہے۔ [2]

---

[1] رزق القاضي:

58– القاضي من عمال المسلمين وأجل عمالهم، وهو القيم بمصالح الجميع، وقد قال الحنفية: لا بأس أن يطلق الإمام للقاضي من الرزق ما يكفيه من بيت المال حتى لا يلزمه مئونة وكلفة، وأن يوسع عليه وعلى عياله، كي لا يطمع في أموال الناس، وروى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما بعث عتاب بن أسيد إلى مكة وولاه أمرها رزقه أربعمائة درهم في كل عام (2) وكذلك فرض الصحابة للقضاة رزقا من بيت المال، وقد ورد أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كتب إلى أبي عبيدة بن الجراح ومعاذ بن جبل في الشام أن انظروا رجالا من أهل العلم من الصالحين من قبلكم فاستعملوهم على القضاء، وأوسعوا عليهم في الرزق ليكون لهم قوة وعليهم حجة.

[2] وما تقدم من جواز أخذ القاضي للرزق هو في حالة كونه فقيرا، أما إن كان غنيا فقد اختلف فقهاء الحنفية في ذلك فقال بعضهم: لا يحل له الأخذ لأنه لا حاجة له فيه، وقال آخرون: يحل له الأخذ والأفضل له أن يأخذ، أما الحل فلأنه عامل للمسلمين فكانت كفايته عليهم لا من طريق الأجر، وأما الأفضلية فلأنه وإن لم يكن محتاجا إلى ذلك فربما يجيء بعده قاض محتاج وقد صار ذلك سنة ورسما فيمتنع ولي الأمر عن إعطائه، فكان الامتناع من الأخذ شحا بحق الغير، وكان الأفضل هو الأخذ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورحضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نمونہ بھی ہمارے سامنے ہے۔آپ رضی اللہ عنہ جب مسلمانوں کے خلیفہ بنے ،تو کچھ عرصہ تک بیت المال سے آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ نہ لیا، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کو وقت ودشواری ہونے لگی۔آپ رضی اللہ عنہ چونکہ رعایا کے کاموں میں مشغول تھے ،اور تجارت کو بھی وقت نہ دے پاتے تھے،اس لیے تجارت سے بھی آپ کو اتنا منافع نہ ہوتا تھا کہ جو آپ کو آپ کے اہل وعیال کو کافی ہو۔

یہ دیکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام کی طرف پیغام بھجوایا،اوران سے اس بارے میں مشورہ کیا۔اورکہا کہ میں ان انتظامی امور میں مشغول ہوگیا ہوں،تو میرے لیے اس میں سے کیا مناسب (خرچ) ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کھایئے اوراپنے گھر والوں کو کھلایئے (یعنی اتنا خرچ لے لیجیے جو آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو کافی ہوجائے) [1] (جاری ہے)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال المالكية والشافعية: إن تعين عليه القضاء وعنده كفاية تغنيه عن الارتزاق لم يجز له أخذ شيء، وحكى عن الشاشي من الشافعية أنه قال: يجوز لمن تعين عليه وله كفاية أخذ الرزق، أما من تعين عليه وهو محتاج إلى الرزق فله الأخذ بقدر الكفاية وإن لم يتعين عليه القضاء وهو محتاج إلى الرزق من بيت المال فله أن يأخذ بقدر كفايته وكفاية عياله على ما يليق بحالهم، وإن كان غنيا فالأولى له أن لا يأخذ شيئا.

وزاد الشافعية أنه ينبغي للإمام أن يجعل من بيت المال شيئا من رزق القاضي لثمن ورق المحاضر والسجلات وأجرة الكاتب .

وذهب الحنابلة إلى أن للقاضي طلب الرزق من بيت المال لنفسه وأمنائه وخلفائه مع الحاجة وعدمها لأن عمر رزق شريحا في كل شهر مائة درهم وفرض لزيد وغيره، وأمر بفرض الرزق لمن تولى القضاء؛ ولأنه لو لم يجز فرض الرزق لتعطلت وضاعت الحقوق.

وقال أبو الخطاب من الحنابلة: يجوز له أخذ الرزق مع الحاجة فأما مع عدمها فعلى وجهين، والصحيح جواز أخذ الرزق عليه بكل حال لأن عمر فرض الرزق لقضاته وأمر بفرض الرزق لمن تولى القضاء(الموسوعة الفقهية الكويتية ج٣٣ص٣١٨ مادة: رزق القاضي)

[1] ولما ولي عمر بن الخطاب أمر المسلمين بعد أبي بكر مكث زماناً، لا يأكل من بيت المال شيئاً حتى دخلت عليه في ذلك خصاصة، لم يعد يكفيه ما يربحه من تجارته، لأنه اشتغل عنها بأمور الرعية، فأرسل إلى أصحاب رسول الله فاستشارهم في ذلك فقال: قد شغلت نفسي في هذا الأمر فما يصلح لي فيه؟ فقال عثمان بن عفان: كل وأطعم، وقال ذلك سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل، وقال عمر لعلي: ما تقول أنت في ذلك؟ قال: غداء وعشاء، فأخذ عمر بذلك، وقد بين عمر حظه من بيت المال فقال: إني أنزلت نفسي من مال الله بمنزلة قيم اليتيم، إن استغنيت عنه تركت، وإن افتقرت إليه أكلت بالمعروف(عمر بن الخطاب لدكتور علي محمد الصلابي ج١٧٣ مطبوعة دارالكتب العلمية)

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

پڑھنے والے بچے کی صحت

پیارے بچو! ایک بچہ تھا۔ اس کا نام آصف تھا۔ وہ بالکل دبلا پتلا تھا۔ وہ اتنا پتلا تھا کہ جب بھی وہ کہیں جاتا تھا تو سارے اس کا مذاق بناتے تھے اور کہتے تھے:

''وہ دیکھو سوکھا آگیا ہے۔''

اور عجیب بات یہ بھی تھی کہ وہ صرف دبلا پتلا نہیں تھا، بلکہ آئے دن اس کی صحت بھی خراب رہتی تھی۔ صبح کلاس میں آتا تو چہرے پر بارہ بجے ہوتے تھے۔ آنکھیں بالکل اندر، آنکھوں کے نیچے ابھرے ہوئے گول دائرے، ہونٹ بالکل خشک اور چال بالکل بے جان ہوتی تھی۔ اور کبھی کبھار تو وہ اپنے اسکول سے بھی چھٹی کرتا تھا، اور درخواست میں لکھا ہوتا تھا کہ:

''آج آصف کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے، اسے بخار ہے اور گلا خراب ہے۔''

اصل وجہ کیا تھی؟ وہ اتنا بیمار کیوں رہتا تھا؟ کیا وجہ تھی کہ ہر وقت اس کی طبیعت بجھی رہتی تھی۔

ایک دن صبح کا وقت تھا۔ میں بھی اسی کی کلاس میں پڑھتا تھا۔ آج کے دن میرا بھی اسکول جانے کا بالکل بھی دل نہیں کر رہا تھا۔ مگر کیا تھا کہ امی نے اتنی زور زور سے آوازیں دیں کہ دوبارہ جان بوجھ کر سونے کا بہانہ کرنے کے باوجود مزید نہ لیٹ سکا۔ آج میری بھی طبیعت بڑی بوجھل تھی۔ امی کو میں نے کہا: ''امی! میں نے ناشتہ نہیں کرنا''

امی نے یہ سنا اور جلدی سے ٹرے میں ایک پلیٹ میں فرائی انڈہ اور دوسری طرف سائیڈ پر ڈبل روٹی کے دو ٹکڑے رکھ کر میری طرف لا کر رکھ دیئے۔ اب ایک نظر میں پلیٹ میں رکھے ہوئے انڈے کو دیکھوں، اور ایک نظر بریڈ کو۔ یا اللہ! کس طرح اس بھاری بھر کم ناشتے کو اپنے گلے سے نیچے اتاروں۔ کاش میں ناشتہ کے بغیر ہی گھر سے نکل جاتا، اور باہر جا کر دوکان سے مزیدار پاپڑ لے کر کھاتا۔ مگر کیا تھا امی بھی امی ہی تھیں، انہوں نے زبردستی بریڈ کے ٹوٹل چار نوالوں میں مجھے پورا فرائی انڈہ کھلا دیا۔ اب ایک مشن میں تو میں بری طرح ناکام ہو چکا تھا، دوسرے مشن کے

بارے میں شیطانی خیالات میرے دماغ میں جاری تھے۔امی سے میں نے کہا:
''امی! مجھے بیس روپے چاہئیں،آج میں لینچ لے کرنہیں جاؤں گا،میں بریک ٹائم میں کینٹین سے ہی کچھ لےلوں گا۔''امی بھی بیچاری بھولی تھیں،انہوں نے سوچا کہ میرا بچہ کینٹین سے کوئی اچھی چیز لے کرکھائے گا،یہ سوچ کرانہوں نے مجھے پیسے دے دیئے۔

اسکول پہنچنے کی دیر تھی کہ کلاس میں آصف نظر نہ آیا۔میں نے سوچا آج پھراس کی چھٹی ہے،یار مجھے نا یہ بالکل ڈرامہ لگتا ہے،یہ نا ہر دوسرے دن اسکول سے چھٹی کر لیتا ہے۔ٹیچر کلاس میں آئے،اور آتے ہی انہوں نے سارے بچوں کو دیکھا،تو آصف انہیں نہیں دکھا۔فوراانہوں نے آصف کا پوچھا کہ آصف کہاں ہے؟''جی سر مجھے تو لگتا ہے آج پھر وہ چھٹی پر ہے۔۔۔میں نے جواب دیا۔

سر نے کہا:''آج پھر چھٹی پر ہے؟ چلوعثمان جا کر جلدی سے پرنسپل صاحب کو کہو کہ آج ان کے والدین کو بلائیں،اس طرح تو ان کا بہت نقصان ہورہا ہے۔''

عثمان جلدی سے پرنسپل صاحب کے پاس گیا،اور جا کراس نے آصف کا بتایا کہ آصف آج پھر نہیں آیا۔پرنسپل صاحب نے فورااس کے والدین کوفون کر کے بلالیا۔تھوڑی ہی دیر میں آصف کے والدین پرنسپل کے آفس میں آگئے۔پرنسپل صاحب نے آصف کے سارے ٹیچروں کو بھی آفس میں بلالیا،تا کہ آصف کی کارکردگی کے بارے میں دیگراستادوں سے بھی آگاہی ہوجائے۔

سارے ہی ٹیچرز نے یک زبان ہوکر کہا کہ آصف کلاس میں توجہ سے نہیں بیٹھتا،اس طرح لگتا ہے جیسے وہ بہت بیمار ہے۔یہ سن کراس کے والدین بھی کہنے لگے کہ ہاں جی گھر میں یہ نہ کھانا کھاتا ہے،اور نہ ہی دودھ پیتا ہے۔بس کہتا ہے مجھے دس روپے دے دو،میں باہر سے پاپڑ لا کر کھاؤں گا۔
پرنسپل صاحب کوآصف کا سارا مسئلہ سمجھ آگیا،کیونکہ اسکول میں بھی آصف بریک ٹائم میں پاپڑ ہی کھاتا تھا۔پرنسپل صاحب نے اسکول کی کینٹین میں بھی گندے پاپڑ بند کروادیئے،اورآصف کے والدین کوبھی کہا کہ اس کو گھر سے ناشتہ کروا کر بھیجا کریں،اور یہاں بریک ٹایم کے لیے بھی اسے گھر کا بنا ہوا اچھا سا لنچ دیا کریں۔بس تھوڑے ہی دنوں میں آصف دوبارہ ٹھیک ہوگیا،دوبارہ پڑھنے لگا،دوبارہ اس کی صحت اچھی ہونے لگی۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط59) مفتی طلحہ مدثر

امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (ساتواں حصہ)

معزز خواتین! خواتین کے مساجد میں حاضر ہونے اور با جماعت نماز میں شریک ہونے سے متعلق بحث تفصیل کے ساتھ آپ نے ملاحظہ فرمائی، اس سلسلہ میں شریعت کی طرف سے جاری کردہ ہدایات اور آداب کا بھی ذکر کیا گیا تھا، جو قارئین کی نظر سے گزرا، درج ذیل سطور میں خواتین کی جماعت اور خواتین کی امامت سے متعلق تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

خواتین کی امامت

جہاں تک خواتین کی امامت کا تعلق ہے، تو اس کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم یہ ہے کہ خاتون امام ہو، اور اس کے پیچھے خواتین کے ساتھ ساتھ مرد بھی نماز میں شریک ہوں یا خواتین بالکل نہ ہوں اور صرف مرد ہی ہوں، دوسری قسم یہ ہے کہ خاتون امام ہو، اور اس کے پیچھے صرف خواتین ہی نماز میں شریک ہوں، ان دونوں قسموں کا حکم باہم مختلف ہے، پہلی قسم میں کوئی خاطر خواہ اختلاف نہیں ہے، البتہ دوسری قسم میں خاصی تفصیل اور اختلاف موجود ہے۔

عورت کا مرد کی امامت کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح حدیث میں قولاً یا فعلاً صاف طور پر عورت کے لیے مرد حضرات کی امامت کرانے کی اجازت نہیں ملتی، نہ ہی صحابہ کرام سے اس طرح کی گنجائش مروی ہے، اسی بنیاد پر ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کے درمیان یہ مسئلہ متفق علیہ ہے، کہ عورت مرد کی امامت نہیں کر سکتی، یعنی جس جماعت میں مرد موجود ہو، وہاں مرد ہی امامت کے فرائض سرانجام دے گا، عورت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے، اسی وجہ سے اس مسئلہ پر بہت سے حضرات نے اِجماع (سب علماء کے اتفاق کی ایک خاص صورت کو فقہ میں اجماع سے تعبیر کیا جاتا ہے) ہونے کا ذکر کیا ہے، اور چودہ سو سال سے

زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود مسلمانوں کی آبادیوں میں ہمارے علم کے مطابق کوئی ایسی مسجد نہیں ہے، جہاں خواتین پیش امام ہوں، امت کا یہ طرزِ عمل (تعامل) بذاتِ خود ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

امِ ورقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی تشریح

اس سلسلہ میں ایک حدیث کی وضاحت بھی ضروری ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک حافظہ صحابیہ تھیں، جن کا نام ام ورقہ تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے ان کے گھر زیارت کے لیے جانے کا معمول تھا، غزوہ بدر کے موقع پر ان صحابیہ نے سفر میں ساتھ جانے اور اپنی خدمات پیش کرنے کی اجازت طلب کی، جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا اور ان کو گھر پر رہنے کی تلقین فرمائی اور ان کے لیے ایک مؤذن بھی مقرر فرمایا، جو ام ورقہ کے لیے اذان واقامت کہتا تھا، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر بشارت دی، کہ آپ کو ان شاءاللہ شہادت عطا کی جائے گی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کو''شہیدہ'' کے لقب سے ہی پکارا کرتے تھے، جو اس بشارت کی گویا تصدیق تھی، کہ ان کو بالآخر شہادت نصیب ہوگی، بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایسا ہی ہوا، ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت میں ایک غلام اور باندی تھے، جن کے ساتھ انہوں نے یہ معاملہ کر رکھا تھا، کہ میری وفات کے بعد تم دونوں آزاد ہو، اب اللہ کی شان کہ اس معاملہ کرنے کے بعد کافی عرصہ گزر گیا، اور ان کی وفات نہیں ہوئی، اِدھر ان دونوں کو یہ وقت طویل محسوس ہونے لگا، تو انہوں نے ایک دن رات کے وقت چادر یا کمبل وغیرہ لیا، اور اس سے ام ورقہ رضی اللہ عنہا، کا دم گھوٹ کر ان کو شہید کر دیا، خود وہ دونوں بھاگ گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اگلی صبح اعلان کرادیا، کہ ان دونوں بھگوڑوں سے متعلق جس کے پاس بھی علم ہو، یا وہ ان کو دیکھے تو میرے پاس لائے، چنانچہ وہ دونوں پکڑے گئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کا پھانسی دے دی، یوں ان کے اپنے ہی غلام اور باندی نے جلدی آزادی حاصل کرنے کی خاطر ان کو شہید کر ڈالا، یہ اس حدیث کا مختصر پسِ منظر ہے، جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا، یہ حدیث سنن ابو داود، مسند احمد اور دیگر متعدد کتب حدیث میں موجود ہے۔

www.idaraghufran.org

بعض حضرات نے ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے لیے مؤذن مقرر کردینے کی وجہ سے یہ دعویٰ کردیا، کہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا محلے کی مسجد کی امام تھیں، اوران کی اقتدا میں مرد وخواتین سب ہی نماز پڑھتے تھے، اب یہ دعویٰ ایسا ہے، جس کا تسلی بخش جواب دینا ضروری ہے۔

سب سے پہلی تو یہ بات پیشِ نظر رہے، کہ اس حدیث کی سند کمزور ہے، اکثر حضرات اس حدیث کی سند کو درست تسلیم نہیں کرتے، جس کی وجہ بعض ایسے راویوں کا پایا جانا ہے، جن کے حالات سے متعلق کچھ معلوم نہیں، ایسے راوی کو اصولِ حدیث میں مجہول راوی کہتے ہیں، جس کی روایت قابلِ قبول نہیں ہوتی، اور ایسی روایت بعض شرائط کے ساتھ مقبول تو ہوتی ہے، لیکن اس سے جائز یا ناجائز ہونے کے حوالے سے کوئی حکم ثابت نہیں کیا جاسکتا، البتہ بعض حضرات نے فرمایا ہے، کہ یہ حدیث چونکہ متعدد طریقوں سے مروی ہے، اس لیے اس کی سند کو حسن درجہ حاصل ہوجاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے، کہ اس حدیث میں محلّہ کی مسجد تو درکنار، صرف مسجد کے الفاظ بھی سرے سے موجود نہیں ہیں، بلکہ بعض روایات میں تو صرف اتنا ہے، کہ وہ امامت کراتی تھیں، کس کی امامت کراتی تھیں؟ آیا مردوں کی یا خواتین کی؟ اس کی وضاحت نہیں ہے، جبکہ بعض احادیث میں اس کی وضاحت کے لیے ''اهل دارها'' کے الفاظ مروی ہیں، جس کا معنیٰ گھر والے ہیں، ''دار'' کے معنیٰ گھر، محلّہ، قبیلہ وغیرہ کر لینے کی اگرچہ لغوی اعتبار سے گنجائش ہے، لیکن ان الفاظ سے محلّہ کی مسجد مراد لینا تو کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ مؤذن مقرر ہونے کی وجہ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ مؤذن ضروران ہی کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہوگا، اور گھر والوں میں چونکہ مرد بھی شامل ہیں، تو وہ بھی ان کے پیچھے ہی نماز پڑھتے ہوں گے، یہ صرف ایک احتمال ہے، جو اس وقت مضبوط ہوسکتا تھا، جبکہ اس کے خلاف کوئی وضاحت موجود نہ ہوتی، لیکن جب حدیث کی دوسری کتب میں صراحت کے ساتھ یہ وضاحت آگئی، کہ یہ اپنے گھر والوں میں صرف خواتین کی امامت کرتی تھیں، تو پھر اس احتمال کو کیسے درست قرار دیا جاسکتا ہے، اور صرف اس احتمال کی وجہ سے اتنا بڑا دعویٰ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ سنن دارقطنی میں صراحت کے ساتھ حدیث کے یہ الفاظ مروی ہیں:

"أذن لها أن يؤذن لها ويقام وتؤم نسائها" (سنن الدار القطني، كتاب الصلاة،باب في ذكر الجماعة وأهلها وصفة الإمام،رقم الحديث1084)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان(ام ورقہ رضی اللہ عنہا) کے لیے اذان کہنے اور اقامت کہنے کی اجازت دی،اور(اس بات کی بھی اجازت دی کہ) وہ اپنے یہاں کی خواتین کی امامت کروائیں (دارقطنی)

مذکورہ حدیث میں صراحت کے ساتھ خواتین کا ذکر ہے۔

چنانچہ مذکورہ وجوہات کی بنیاد پر ہماری رائے میں یہ دعویٰ بالکل درست نہیں ہے، کہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کا امام مقرر کیا تھا، یا وہ مردوں کی بھی امامت کیا کرتی تھیں، بلکہ جو رائے ائمہ اربعہ،اور دیگر تمام محدثین وفقہاء سے مروی ہے، وہی قابلِ اعتماد اور دلائل کے اعتبار سے مضبوط ہے۔

(جاری ہے..........)

علمی وتحقیقی رسائل (جلد17)

(1)...گاؤں میں جمعہ
(2)...عید کے دن مصافحہ ومعانقہ کا حکم
(3)...عید کے اہم مسائل
(4)...نمازِ عید، باجماعت اور تنہا ء پڑھنے کا حکم

مصنّف:

مفتی محمد رضوان خان

علمی وتحقیقی رسائل (جلد18)

(1)...تکفیرِ مسلمین ومبتدعین کا حکم

(2)...تکفیرِ شیعہ اور چند شبہات پر کلام

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

ناشر: کتب خانہ ادارہ غفران: راولپنڈی پاکستان۔ 0333-5365831

www.idaraghufran.org

اچھے اخلاق والا، نبی ﷺ کا سب سے زیادہ محبوب ومقرب شخص

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَجْلِسٍ :أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَقُوْلُهَا قُلْنَا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا.

ترجمہ: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں فرمایا کہ کیا میں تمہیں یہ نہ بتلادوں کہ تم میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میری مجلس کے سب سے زیادہ قریب کون ہوگا؟ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔

ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بتلایئے، تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے‘‘۔

(صحیح ابن حبان، حدیث نمبر 485)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ونشست کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے، جن کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

صبر اور ثواب کی امید، نجات اور فلاح کا باعث ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهَانَا كُبَرَاؤُنَا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَا تَسُبُّوْا أُمَرَاءَ كُمْ وَلَا تَغِشُّوْهُمْ وَلَا تَبْغَضُوْهُمْ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاصْبِرُوْا فَإِنَّ الْأَمْرَ قَرِيْبٌ.

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں سے ہمارے بڑوں نے منع فرمادیا ہے کہ تم اپنے حکمرانوں کو سب وشتم نہ کرو، اور نہ ان کے ساتھ دھوکہ دہی کرو، اور نہ ان کے ساتھ بغض رکھو۔

اور تم اللہ سے ڈرو، اور (حکمرانوں کی طرف سے پیش آمدہ آزمائشوں پر) صبر کرو، پس (اس طرح کرنے کے نتیجہ میں) معاملہ (یعنی کامیابی اور آزمائش سے نجات) قریب ہے۔

(السنة لابنِ ابی عاصم، حدیث نمبر 1015)

اس طرح کی اور بھی کئی روایات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ظالم حکمرانوں کے خلاف سبّ وشتم اور بغض وعداوت اور دھوکہ دہی کے بجائے تقویٰ اور صبر اختیار کرنا کامیابی اور فلاح کا باعث ہے۔

اور یہ کامیابی وفلاح دنیا کے اعتبار سے بھی ہے، اور آخرت کے اعتبار سے بھی۔

www.idaraghufran.org

فتنوں کے دور میں سلامتی وعافیت والا طریقہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ارداگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فتنے کا ذکر کیا، پھر فرمایا کہ جب لوگوں کے ساتھ عہد (ومعاہدوں) کی خلاف ورزی ہوگی، اور لوگوں کی امانتوں کو ہلکا سمجھا جائے گا (یعنی اُن کی ادائیگی کی اہمیت دِلوں میں نہ رہے گی) اور لوگ اس طرح (ایک دوسرے میں خلط ملط) ہوجائیں گے، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرلیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا، اور رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ ایسے وقت میں میں کیا طرزِ عمل اختیار کروں، اللہ مجھے آپ پر فدا کرے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھر کو لازم پکڑلو (یعنی اپنے گھر میں رہو) اور اپنی زبان کو اپنی ذات تک قابو میں رکھو، اور جو معروف (نیکی) دیکھو، اُسے اختیار کرو، اور جو منکر (بُرا کام) دیکھو، اُسے چھوڑ دو، اور اپنے اوپر اپنی ذات کے معاملات لازم رکھو، اور عام لوگوں کے معاملات کو اپنے سے چھوڑ دو (یعنی دوسروں کے معاملات میں نہ پڑو) (ابوداؤد، حدیث 4343)

معلوم ہوا کہ فتنوں کے دور میں دوسروں سے اُلجھنا اور ان کے معاملات میں پڑنا مناسب طریقہ نہیں، بلکہ ایسے حالات میں سلامتی وعافیت والا راستہ یہ ہے کہ خود گناہوں سے بچتے ہوئے، ان سے علیٰحدگی اختیار کرکے اپنے گھروں میں رہیں، اور فتنوں کو دیکھنے سے بھی پرہیز کریں۔

ناپسندیدہ چیزوں پرحاکمِ وقت کی اطاعت

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهٖ شَيْئًا فَكَرِهَهُ فَلْيَصْبِرْ، فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوتُ، إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً (بخاری، رقم الحديث 7143)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے امیر (وحاکم اورحکمران) سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اس کوصبر کرنا چاہیے، اس لئے کہ جوشخص جماعت سے ایک بالشت بھی باہر ہوا، پھر وہ فوت ہوگیا، تو وہ جاہلیت کی موت مَرا (بخاری)

زمانۂ جاہلیت میں امیر وحاکم اورحکمرانوں کی اطاعت نہیں کی جاتی تھی، اور ذرا ذرا سی خلافِ طبیعت باتوں پراس کے خلاف بغاوت ہوتی تھی، نیز حکمرانوں کوقبول نہ کرنے کی وجہ سے قتل وغارت گری کا سلسلہ قائم تھا، اور ہرشخص آزادانہ زندگی گزارتا اورمن مانی کیا کرتا تھا، جس کی وجہ سے مختلف گروہوں اورقبیلوں کے درمیان باہم تقابل وتصادم اورلڑائی جھگڑے کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا، شریعتِ اسلام نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا، اورحکمرانوں کی ناگوار باتوں پر صبر کرنے اوراطاعت کرنے کا حکم دیا، اوراس کی خلاف ورزی کرنے اوراس کے خلاف خروج کرنے پرسخت وعید سنائی، اوراس کی وجہ بھی بیان فرمادی کہ اس سے مسلمانوں میں تفریق پیدا ہوتی ہے، اتحاد اتفاق متاثر ہوتا ہے، جن سے بہت سے فتنے وجود میں آتے ہیں۔

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

’’عمل بالحدیث‘‘ کا حکم (بیسویں وآخری قسط)

(جواب: سوال نمبر3)

اہلِ حدیثوں کا حکم

جہاں تک آپ کے اس سوال کا تعلق ہے کہ کیا وہ اہلِ حدیث حضرات، جو بعض مسائل میں فقہ حنفی کے برخلاف، دوسری احادیث پر عمل کرتے ہیں، اور ان احادیث کی سند کا بھی معتبر ہونا ثابت کرتے ہیں، مثلاً نماز میں رفعِ یدین کرتے ہیں، اور اونچی آواز میں آمین کہتے ہیں، اور امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں، اور نمازِ جنازہ میں بھی سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں، اور وتر کی ایک رکعت الگ سلام سے پڑھتے ہیں، اور خون نکلنے سے وضوٹوٹنے کے قائل نہیں، وہ اہلُ السنۃ والجماعۃ میں داخل ہیں، یا نہیں؟

تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی اہلُ السنۃ والجماعۃ میں داخل ہیں، البتہ اگر کوئی شخص مجتہدین پر لعن طعن کرے، یا مجتہدین کی جائز تقلید کرنے والوں کو فاسق وگناہ گار اور اس سے بڑھ کر مشرک کہے، تو وہ گناہ گار ہے۔

کیونکہ اس طرح رفعِ یدین وغیرہ کے اختلافات، ائمۂ مجتہدین ومحدثین کے مذاہب واقوال سے ماخوذ ہیں، اور جس طرح ائمۂ مجتہدین کی اتباع وتقلید کرنے والے کو گمراہ وفاسق قرار دینا، درست نہیں، اسی طرح ائمۂ محدثین کی اتباع کرنے کی وجہ سے کسی کو گمراہ وفاسق قرار دینا، درست نہیں۔

اس سلسلہ میں سرِ دست صرف چند اکابر ومشائخِ دیوبند کے حوالہ جات ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کا یہ حوالہ پہلے گذر چکا ہے کہ:

نفسِ وجوبِ تقلیدِ شخصی کے انکار سے اہلِ سنت سے خارج نہیں ہوتے، کیونکہ ہمیشہ

سے مختلَف فیہ مسئلہ رہا ہے، چنانچہ بعض محدثین بھی اس کے عدمِ وجوب کے قائل ہیں (دعواتِ عبدیت، جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۶۰، تحفۃ العلماء، جلد ۲، صفحہ ۴۸۵ ''اجتہاد وتقلید کا آخری فیصلہ'')

علامہ ابنِ تیمیہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ:

''امام بخاری اور ابوداؤد، اہلِ اجتہاد میں سے فقہ میں امام ہیں، اور امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلیٰ اور بزار وغیرہ ''اہلُ الحدیث'' کے مذہب پر ہیں، جو علماء میں سے کسی متعین شخص کی اور ائمۂ مجتہدین میں سے کسی کی علی الاطلاق تقلید نہیں کرتے، بلکہ وہ ائمۂ حدیث کے قول کی طرف مائل ہوتے ہیں، جیسا کہ امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور ابوعبید وغیرہ۔

اور بعض محدثین، بعض ائمہ کی طرف اختصاص کرتے ہیں، چنانچہ بعض امام احمد کی طرف منتسب ہیں، اور بعض محدثین، اہلِ حجاز، یعنی امام مالک کے مذاہب کی طرف مائل ہیں، اور بعض اہلِ عراق کے مذاہب، یعنی امام ابوحنیفہ اور ثوری کی طرف مائل ہیں، اور بعض محدثین، ان حضراتِ ائمہ سے مقدم ہیں، اور مذکورہ تمام حضرات سنت اور حدیث کی تعظیم کرتے ہیں''۔انتہیٰ۔ [1]

---

[1] وسئـل أيـضا – رضى الله عنه –:هل البخارى؛ ومسلم؛ وأبو داود؛ والترمذى؛ والنسائى؛ وابن ماجه؛ وأبـو داود الـطيالسى؛ والدارمى والبزار؛ والدارقطنى؛ والبيهقى؛ وابن خزيمة؛ وأبو يعلى الموصلى هل كان هؤلاء مجتهدين لم يقلدوا أحدا من الأئمة؛ أم كانوا مقلدين؟ وهل كان من هؤلاء أحد ينتسب إلى مذهب أبى حـنيفة؟ وهل إذا وجد فى موطأ مالک: عـن يـحيى بن سعيد؛ عن إبراهيم بن محمد بن الحارث التيمى؛ عن عائشة .ووجد فى البخارى: حـدثنى معاذ بن فضالة؛ قال: حـدثنا هشام عن يحيى هو ابن أبى كثير؛ عن أبى سلمة؛ عن أبى هريرة .فهل يقال أن هذا أصح من الذى فى الموطأ؟ وهل إذا كان الحديث فى البخارى بسند وفـى الـموطأ بسند فهل يقال: إن الـذى فـى البـخـارى أصح؟ وإذا روينا عن رجال البخارى حديثا ولم يروه البخارى فى صحيحه فهل يقال .هو مثل الذى فى الصحيح؟

فـأجـاب:الـحـمـد لله رب العالمين، أما البخارى؛ وأبو داود فإمامان فى الفقه من أهل الاجتهاد .وأما مسلم؛ والتـرمـذى؛ والـنسـائـى؛ وابـن مـاجـه؛ وابـن خـزيـمـة؛ وأبو يعلى؛ والبزار؛ ونحوهم؛ فهم على مذهب أهل الـحـديـث ليسوا مقلدين لواحد بعينه من العلماء ولا هم من الأئمة المجتهدين على الإطلاق [بل هم يميلون إلـى قول أئمة الحديث] ((*كـالـشـافـعى؛ وأحمد؛ وإسحاق وأبى عبيد؛ وأمثالهم .ومـنهم من له اختصاص ببعض الأئمة كاختصاص أبى داود ونحوه بأحمد بن حنبل وهم إلى مذاهب أهل الحجاز – كمالک وأمثاله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مولانا رشید احمد گنگوہی کا حوالہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ایک سوال اور جواب درجِ ذیل طریقے پر ہے:

سوال: ...... غیر مقلدوں میں کیا برائی ہے؟

جواب: ...... مجتہدین کو برا کہنا اور تقلید کو شرک بتانا، مسلمان مقلدوں کو مشرک جاننا، نفسانیت سے عمل کرنا برا ہے اور حدیث پر عمل کرنا لوجہِ اللّٰہ تعالیٰ اچھا ہے۔ سب حدیث پر ہی عامل ہیں، مقلد ہو، یا غیر مقلد۔ فقط۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم .

(تألیفاتِ رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ، مکمل مبوب، ص۲۰۷، باب: تقلید و اجتہاد کے مسائل، بعنوان: غیر مقلدوں کی برائی، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، سنِ اشاعت بارِ دوم: ۱۴۱۲ھجری، ۱۹۹۲عیسوی)

معلوم ہوا کہ محض غیر مقلد ہونا، بُرا نہیں، جب تک اس کے ساتھ دوسری کوئی خرابی شامل نہ ہو، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقلد ہو، یا غیر مقلد، سب حدیث پر ہی عامل ہیں، حدیث پر عمل کا کوئی بھی منکر نہیں، اختلاف، یا تو راجح، مرجوح، افضل، غیر افضل کا ہے، یا پھر اجتہادی وفروعی نوعیت کا، جس کو افراط وتفریط کے مرتکبین نے طرفین سے بہت زیادہ شدید ومدید بنادیا ہے۔

اور اس میں شبہ نہیں کہ تقریباً ہر مسلک میں غالی ومتشدد لوگ ہوا کرتے ہیں، جو جس طرح غیر مقلدین اور اہلِ حدیثوں میں ہیں، اسی طرح مقلدین اور حنفیوں ودیوبندیوں میں بھی ہیں، ایسی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

– أميل منهم إلى مذاهب أهل العراق – كأبى حنيفة والثورى – .وأما أبو داود الطيالسى فأقدم من هؤلاء كلهم من طبقة يحيى بن سعيد القطان؛ ويزيد بن هارون الواسطى؛ وعبد الله بن داود .ووكيع بن الجراح؛ وعبد الله بن إدريس؛ ومعاذ بن معاذ؛ وحفص بن غياث؛ وعبد الرحمن بن مهدى؛ وأمثال هؤلاء من طبقة شيوخ الإمام أحمد .وهؤلاء كلهم يعظمون السنة والحديث ومنهم من يميل إلى مذهب العراقيين كأبى حنيفة والثورى ونحوهما كوكيع؛ ويحيى بن سعيد ومنهم من يميل إلى مذهب المدنيين: مالك ونحوه كعبد الرحمن بن مهدى .وأما البيهقى فكان على مذهب الشافعى؛ منتصرا له فى عامة أقواله .والدارقطنى هو أيضا يميل إلى مذهب الشافعى وأئمة السند والحديث لكن ليس هو فى تقليد الشافعى كالبيهقى مع أن البيهقى له اجتهاد فى كثير من المسائل واجتهاد الدارقطنى أقوى منه؛ فإنه كان أعلم وأفقه منه (مجموع الفتاوى، لا بن تيمية، ج۲۰، ص۳۹، الیٰ ص۴۱)

www.idaraghufran.org

صورت میں اس غلو وتشدد وغیرہ کی نسبت بھی ان ہی افراد کی طرف کرنی چاہیے، اس طرح کے افراد کی وجہ سے پورے مسلک کو غلط نہیں ٹھہرانا چاہیے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی کا دوسرا حوالہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ایک اور سوال وجواب درجِ ذیل طریقے پر ہے:

سوال:...... جو شخص ائمہ مجتہدین پر اور مقلدین پر طعنہ کرنے والے کو برا نہ جانے، بلکہ ان کی تعریف کرے اور ان کو بزرگ ہی جانے، وہ شخص بدعقیدہ ہے، یا نہیں؟

جواب:...... طعن کرنے والا ائمہ مجتہدین پر فاسق ہے، اور جو شخص طعن کرنے والے کو بزرگ جانے، اس وجہ سے وہ بھی فاسق ہے۔

اور اگر طاعن میں کوئی صفت دینی ہو، اور اس وجہ سے اس صفت میں اس کو بزرگ جانے، تو معذور ہے، بشرطیکہ اس صفت طعن کو اس کی برائی جانتا ہے اور اگر باوصف اس کے اس صفتِ شنیع طعن کو بھی اچھا جانے، تو وہ بھی مثل اس کے ہے۔ فقط۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم** (تأليفاتِ رشيديہ مع فتاویٰ رشيديہ، مکمل مبوب، ص۲۰۸، باب: تقلید واجتہاد کے مسائل، بعنوان: ائمہ پر طعن کرنا، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، سنِ اشاعت بارِ دوم: ۱۴۱۲ ہجری، ۱۹۹۲ عیسوی)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ ائمہ مجتہدین کی تقلید ترک کرنے کے ساتھ جب دوسری کوئی برائی شامل ہو، تو ہی خرابی پیدا ہوتی ہے، اور جس طرح کی خرابی ہو، اسی طرح کا حکم بھی ہوتا ہے، تمام خرابیاں اور برائیاں ایک درجہ ومرتبہ کی نہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی کا تیسرا حوالہ

نیز حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ایک اور سوال وجواب درجِ ذیل طریقے پر ہے:

سوال:...... اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہو، اور رفعِ یدین اور

آمین بالجہر کرتا ہو،تو اس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہ آئے گی؟یا ہماری نماز میں بھی کچھ فساد واقع ہوگا؟

جواب:...... کچھ خرابی نہ آئے گی۔ایسا تعصب اچھا نہیں،وہ بھی عامل بالحدیث ہے،اگر چہ نفسانیت سے کرتا ہو،مگر فعل تو فی حد ذاتہٖ درست ہے (تألیفاتِ رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ،مکمل مبوب،ص۲۰۹،باب:تقلید واجتہاد کے مسائل،بعنوان:جماعت میں غیر مقلدوں کی شرکت، مطبوعہ:ادارہ اسلامیات لاہور،سنِ اشاعت باردوم:۱۴۱۲ہجری،۱۹۹۲عیسوی)

مذکورہ عبارت میں غیر مقلد سے تعصب کو ناپسند کیا گیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ غیر مقلد کو مقلد سے،اور مقلد کو غیر مقلد کسی سے بھی تعصب اچھا نہیں،جس کی وجہ سے آپس میں اختلاف شدت اختیار کر جاتا ہے،اسی وجہ سے قرآن وسنت میں مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے سے تحاسد وتباغض سے منع کیا گیا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی کا حوالہ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ،اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

بیعت کے وقت میں غیر مقلدوں سے یہ شرط کر لیتا ہوں کہ بدگمانی اور بدزبانی نہ کریں، اور تقلید کو حرام خیال نہ کریں،اور یہ کہ ہماری مجلس میں کبھی غیر مقلدین کا بھی ذکر ہوتا ہے،تم اپنے اوپر محمول مت کرنا (ملفوظاتِ حکیم الامت،ج۱۴،ص۹۶،ملفوظ نمبر۱۸،مطبوعہ:ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان،تاریخ اشاعت:2000ء)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر سلف اور فقہاء سے بدگمانی اور ان کی شان میں بدزبانی نہ ہو،اور تقلید کو حرام بھی نہ کہا جائے،تو ایسا غیر مقلد شخص مشائخِ دیوبند سے بیعت واصلاح کا تعلق رکھ کر مستفید ہوسکتا ہے،جو اس کے اہلُ السنۃ والجماعۃ میں داخل ہونے کی علامت ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی کا دوسرا حوالہ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ:

اس زمانہ کے اکثر غیر مقلدین کی بے شک ہم کو شکایت ہے،ان میں عموماً الا ماشاءاللہ دو خصلتیں بہت بری ہیں،ایک ائمہ کے ساتھ بدگمانی،دوسرے ان کی شان میں بدزبانی۔
باقی ہم نفسِ غیر مقلدی کو حرام نہیں کرتے۔
غیر مقلدی بھی ایک مسلک ہے،لیکن اس وقت کے مفاسد کو دیکھ کر ہم کو پسند نہیں، بہت سی چیزیں جائز ہوتی ہیں،مگر بعض طبائع کے نزدیک ناپسند ہوتی ہیں،مثلاً اوجھڑی شرعاً جائز ہے،مگر نفیس مزاج ولطیف الطبع لوگ اس کو پسند نہیں کرتے (ملفوظاتِ حکیم الامت، ج ۲۵،اسعدالابرار،ص ۱۸۸،مطبوعہ:ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان،تاریخِ اشاعت:1424ہجری)

جب محض غیر مقلدی کو حرام نہیں کہا گیا،اور غیر مقلد کو بھی ایک مباح وجائز مسلک قرار دے دیا گیا، تو پھر کسی کو محض اہلِ حدیث، یا نفسِ غیر مقلد ہونے کی وجہ سے اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج قرار دینا کیسے درست ہوسکتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی کا تیسرا حوالہ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ:
ترکِ تقلید پر قیامت میں مؤاخذہ تو نہ ہوگا، کیونکہ کسی قطعی کی مخالفت نہیں،مگر بے برکتی اس میں یقینی ہے (ملفوظاتِ حکیم الامت، ج ۲۶،الکلام الحسن،ص ۹۵،مطبوعہ:ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان،تاریخِ اشاعت:1425ہجری)

جب ترکِ تقلید پر قیامت میں مؤاخذہ نہ ہوگا،اور اس میں کسی قطعی کی مخالفت بھی نہیں پائی جاتی،تو اس کی وجہ سے اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج قرار دینا بھی درست نہیں۔
رہا بے برکتی کا معاملہ،تو اس میں اختلاف وکلام کی گنجائش ہے،اور تقلید کا حکم سب کے لیے یکساں درجہ کا نہیں، نیز تقلیدِ مطلق وتقلیدِ مقید کے اعتبار سے فرق ہوسکتا ہے۔

مولانا مفتی کفایتُ اللہ دہلوی کا حوالہ

مولانا مفتی کفایتُ اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ کی ''کفایتُ المفتی''میں ہے کہ:

غیر مقلدین، جن کے خیالات سوال میں مذکور ہیں، اصولاً تو اہلُ السنۃ والجماعۃ میں داخل ہیں، اور اشخاص کے لحاظ سے اگر ان میں کوئی فرد ائمۂ مجتہدین کو سب وشتم کرے، یا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بدعتیں نکالے، یا سلفِ صالحین کو برا بھلا کہے، یا مسلمانوں کو بعض معمولی کوتاہیوں پر مشرک وکافر بنائے، یا امامتِ مطلقہ کا دعویٰ کرے، تو میرا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ ان باتوں کی ذمہ داری ان ہی افراد پر ہوگی، جن سے سرزَد ہوں، نہ یہ کہ عام غیر مقلدوں کو موردِ الزام بنایا جائے، یا نفسِ ترکِ تقلید پر اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہونے کا حکم لگادیا جائے (کفایت المفتی، ج۱ص۳۳۲،کتاب العقائد، چودھواں باب، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

مذکورہ فتوے میں جن غیر مقلدین سے افراط وتفریط کا صدور ہو، ان کا ذمہ ان ہی افراد کو قرار دیا گیا ہے، اور عام غیر مقلدوں کو موردِ الزام ٹھہرانے سے منع کیا گیا ہے۔

ساتھ ہی محض ترکِ تقلید پر اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج ہونے کی تردید کی گئی ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقہ پر ہے:

سوال: ’’جماعتِ اہلِ حدیث (غیر مقلدین) کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟ کیا یہ اہلِ سنت والجماعت میں داخل نہیں؟

جواب: ’’ان میں جو حضرات ائمہ مجتہدین پر لعن طعن کرتے ہیں، اور تمام مقلدین کو مشرک کہتے ہیں، وہ اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہیں، لیکن عموماً اہلِ حدیث حضرات کا یہ خیال نہیں، صرف مسائل میں اختلاف ہے، مگر ائمہ دین کا وہ بھی احترام کرتے ہیں، اور مقلدین کو مشرک نہیں کہتے، وہ لوگ اہلِ سنت والجماعت میں داخل ہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

بندہ محمد شفیع عفی عنہ۔ دارالعلوم کراچی ۔۱۹/۲/۱۳۸۴ھ۔(فتوی نمبر۱۷۵۵/۱۵)(امداد المفتیین جامع، جلد۱، ص۵۹۱، کتاب الایمان والعقائد، باب احکام الکفر، فصل فی التقلید، زیرِ اہتمام مولانا مفتی محمد رفیع ومولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحبان، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، طبع جدید: اگست 2018)

مذکورہ عبارت میں بھی معتدل غیر مقلدین کو اہلُ السنۃ والجماعۃ میں داخل مانا گیا ہے، اور یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ عموماً اہلِ حدیث حضرات، ائمۂ مجتہدین پر نہ ہی لعن طعن کرتے، اور نہ ہی تمام مقلدین کو مشرک کہتے، صرف مسائل میں اختلاف ہے، اور وہ حضرات اہلُ السنۃ والجماعۃ میں داخل ہیں۔

علامہ ظفر احمد عثمانی کا حوالہ

علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ہے:

> جماعت اہلِ حدیث کافر نہیں ہیں، ان میں جو لوگ مذاہبِ اربعہ کی تقلید کو شرک اور مقلدین کو مشرک، یا ائمہ کو برا کہتے ہیں، وہ فاسق ہیں، اور جو ایسے نہیں ہیں، صرف تارکِ تقلید ہیں، اور محدثین کے مذہب پر ظاہرِ حدیث کے اتباع کو افضل سمجھتے ہیں، اور اس میں اتباعِ ہوئ سے کام نہیں لیتے، وہ فاسق بھی نہیں، بلکہ اہلُ السنۃ والجماعۃ میں داخل ہیں (امداد الاحکام، ج۱ص۱۶۸، کتاب الایمان، فصل فی الفرق الاسلامیہ،

مذکورہ عبارت میں تمام اہلِ حدیث حضرات کا یکساں حکم بیان نہیں کیا گیا، بلکہ ان کے مختلف طرز ہائے عمل پر حکم کا مدار رکھا گیا ہے، اور تارکِ تقلید ہونے اور محدثین کے مذہب پر ظاہرِ حدیث کی اتباع کے افضل سمجھنے کو باعثِ فسق اور اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خروج کا ذریعہ نہیں سمجھا گیا۔

ہم بھی مذکورہ عبارت کے مطابق موقف کو ہی راجح سمجھتے ہیں۔

مذکورہ جواب کا خلاصہ

مذکورہ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ حدیث حضرات ، جو بعض مسائل میں فقہ حنفی کے

برخلاف، دوسری احادیث پر عمل کرتے ہیں، اور ان احادیث کی سند کا بھی معتبر ہونا ثابت کرتے ہیں، مثلاً نماز میں رفعِ یدین کرتے ہیں، اور اونچی آواز میں آمین کہتے ہیں، اور امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں، اور نمازِ جنازہ میں بھی سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں، اور وتر کی ایک رکعت الگ سلام سے پڑھتے ہیں، اور خون نکلنے سے وضوٹوٹنے کے قائل نہیں، وہ اہلُ السنۃ والجماعۃ میں داخل ہیں، کیونکہ اس قسم کے مسائل ائمۂ مجتہدین اور محدثین میں بھی مختلف فیہ ہیں۔

البتہ ان میں اگر کوئی شخص مجتہدین پر لعن طعن کرے، یا مجتہدین کی جائز تقلید کرنے والوں کو فاسق وگناہ گار اور اس سے بڑھ کر مشرک کہے، تو وہ گناہ گار ہے۔

آج کل چونکہ کم علمی، ضد بازی اور تعصب وتحاسد اور بغض وعناد، ہر مسلک سے وابستہ افراد میں پیدا ہورہا، اور ترقی پکڑ رہا ہے، اس لیے جو فرقے دراصل اور بنیادی طور پر اہلُ السنہ والجماعۃ میں شمار ہوتے ہیں، اب وہ ایک دوسرے پر اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج ہونے کا حکم لگانے لگے، اور افراط وتفریط میں مبتلا افراد کے طرزِ عمل کو دوسرے کا خاص مسلک قرار دے کر ان پر حکم لگانے لگے، جس سے اہلُ السنۃ والجماعۃ کو بڑا نقصان پہنچا، اور اس کے نتیجے میں اعتدال واصلاحِ احوال کی کوششوں کو بھی نقصان پہنچا۔

اب صورتِ حال یہ بن چکی ہے کہ ہر مسلک والا، محض اپنے آپ کو اہلُ السنۃ والجماعۃ اور اہلِ حق سمجھے بیٹھا ہے، اور اپنے علاوہ دوسروں کو اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج سمجھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ"

"یعنی ہر جماعت اپنے پاس جو کچھ ہے، اس سے خوش ہے"

دوسری طرف ذرا ذرا سی بات پر گمراہی وضلالت کے فتوے چلنے لگے، اور جو فرقے اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج تھے، ان کو اسلام سے خارج قرار دیا جانے لگا۔

اللہ تعالیٰ اس طرح کی افراط وتفریط سے محفوظ فرما کر اعتدال پر گامزن فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

خلاصۂ کلام

شروع سے یہاں تک جو تفصیل ذکر کی گئی، اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ موجودہ زمانے میں جو ''اجتہاد وتقلید'' کے مسئلے میں افراط وتفریط پائی جاتی ہے، اس کی اصلاح ضروری ہے، اور اس طرح کے امور میں ''افراط وتفریط'' ہر مسلک ومکتبِ فکر سے وابستہ لوگوں اور افراد میں پائی جاسکتی ہے، لیکن ان افراد کو عصبیت وتعصب اور تحزب وتشدد کی فضاء نے، اپنے آپ کو اصلاح سے مستغنی کر کے محض دوسروں کی اصلاح تک محدود کر کے رکھ دیا ہے، اوپر سے دوسروں کی اصلاح وخیرخواہی کے بجائے، دوسروں کی تذلیل وتضلیل اور تحقیر وتفسیق، یہاں تک کہ تکفیر پر ابھار رکھا ہے۔

مزید براں جہالت اور کم علمی نے ''کریلا اور نیم چڑھا'' کا مصداق بن کر، رہی سہی کسر پوری کر رکھی ہے۔

ان حالات کے پیشِ نظر محسوس ہونے لگا ہے کہ ہر شخص اپنے مسلک ومشرب اور اپنے مکتبِ فکر کو گویا کہ ایک طرح سے ''بت'' سمجھ کر اس کی پوجا میں مصروف ہے، جسے کبھی نہ تو اپنے مسلک وفکر میں کوئی قابلِ اصلاح چیز نظر آتی، اور نہ ہی اپنے بزرگوں کی اجتہادی خطاء کو تسلیم کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی، اسے ہمیشہ ''اپنی دہی میٹھی، اور دوسرے کی دہی کھٹی'' محسوس ہوتی ہے۔

اس صورتِ حال میں جہاں بہت سے افراد، کسی بھی مجتہد کی تقلید کو ناجائز، حرام، بلکہ شرک تک قرار دینے سے نہیں چوکتے، اور جاہل وعامی ہونے کے باوجود، براہِ راست قرآن وسنت اور اصولِ شریعت سے ہر مسئلہ کو اخذ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور اس کے نتیجے میں ہر اجتہادی وفقہی، بلکہ شرعی اصولوں کی مخالفت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

وہاں دوسری طرف ''مقلدین'' بھی ''جمود'' میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، یہاں تک کہ بعض کا جمود، اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ ایک ہی فقہی مذہب کے التزام اور تقلیدِ شخصی پر اتنا زور دیتے ہیں کہ گویا کہ اس کی خلاف ورزی کبیرہ گناہ سے کم درجہ کی چیز نہیں، اور جمہور مجتہدین فقہائے کرام کی طرف غیر معین مجتہد ومذہب کی تقلید کے جواز کے قول پر سخت نکیر کرتے نظر آتے ہیں، یہاں تک کہ اپنے

مذہب اور امام کے خلاف صحیح وصریح احادیث کو بھی قبول کرنے کے لیے آمادہ وتیار نہیں ہوتے، اور احادیث میں ایسی دور دراز کی تاویلات کرنے کے درپے رہتے ہیں، جن کو عقل ونقل کی رو سے قبول کیا جانا مشکل ہے۔

لہٰذا اس قسم کی افراط وتفریط کی مذکورہ تفصیلی مضمون میں باحوالہ تحقیق ذکر کی گئی ہے، جس میں حق پرستوں، اور اعتدال پسندوں ومنصفوں کے لیے اصلاح اور غلط فہمی دور کرنے کا سامان ہے۔

اللہ تعالیٰ اعتدال کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان خان

21/شعبانُ المعظم/1442ہجری۔ بمطابق05/اپریل/2021ء بروز پیر

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی تحقیق (قسط3)

یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، فَلَمَّا وَرَدَ الْبَقِيعَ فَإِذَا هُوَ بِقَبْرٍ جَدِيدٍ، فَسَأَلَ عَنْهُ فقَالُوا :فُلَانَةُ .قَالَ :فَعَرَفَهَا وَقَالَ " :أَلَا آذَنْتُمُونِي بِهَا "قَالُوا :كُنْتَ قَائِلًا صَائِمًا، فَكَرِهْنَا أَنْ نُؤْذِيَكَ، قَالَ " :فَلَا تَفْعَلُوا، لَا أَعْرِفَنَّ مَا مَاتَ مِنْكُمْ مَيِّتٌ مَا كُنْتُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ إِلَّا آذَنْتُمُونِي بِهِ، فَإِنَّ صَلَاتِي عَلَيْهِ لَهُ رَحْمَةٌ "ثُمَّ أَتَى الْقَبْرَ، فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا (سنن ابن ماجه ، رقم الحديث : ١٥٢٨) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، پھر جب البقیع (نامی قبرستان) میں پہنچے، تو وہاں ایک نئی قبر نظر آئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ فلاں عورت کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہچان لیا اور فرمایا کہ تم نے اس کے متعلق مجھے مطلع کیوں نہیں کیا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ روزے کی حالت میں تھے اور قیلولہ فرما رہے تھے، ہم نے آپ کو تنگ کرنا مناسب نہ سمجھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو، میں جب تک

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح، هشيم -وهو ابن بشير -قد صرح بالتحديث.وهو فی "مصنف ابن أبی شيبة 276 - 275 /3 "و.360وأخرجه النسائی 85 - 84 /4من طريق عثمان بن حكيم، بهذا الإسناد.وهو فی "مسند أحمد19452) ")، و"صحيح ابن حبان3083) ") و 3087)) و .(3092)قولهم: "كنت قائلًا "من القيلولة، وهی النوم نصف النهار.(حاشية سنن ابنِ ماجة)

www.idaraghufran.org

تم میں موجود ہوں، تو مجھے اپنے درمیان فوت ہونے والوں کی اطلاع ضرور دیا کرو، کیونکہ میرا اس (فوت ہونے والے) کی نمازِ جنازہ پڑھنا، اس کے لئے باعثِ رحمت ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس (فوت شدہ عورت) کی قبر کے قریب پہنچے، پھر ہم نے آپ کے پیچھے صف بندی کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چار تکبیرات کہیں (اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی) (ابنِ ماجہ)

اس حدیث کو ''ابو یعلیٰ'' نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

اس قسم کی روایات کے متعلق حنفیہ کا کہنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موجودگی کی صورت میں، مرنے والے کی اطلاع دینے کا حکم فرما رکھا تھا، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیئے بغیر، کسی دوسرے کو نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں تھا، کیونکہ آپ کو سلطان ہونے کی وجہ سے، ولایت کا حق حاصل تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نمازِ جنازہ پڑھنے کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ قبر کے لیے نور و رحمت کا باعث تھی، جس کی وجہ سے قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا، جس پر کسی دوسرے کو قیاس کر کے، اس کو قبر پر نمازِ جنازہ کو جائز قرار دینا، درست نہیں۔

لیکن جو حضرات اس قسم کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے، دوبارہ نمازِ جنازہ اور قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں، ان کا فرمانا یہ ہے کہ یوں تو ہر مومن کی نمازِ جنازہ، میت کے لئے مفید اور قبر میں نور و رحمت کا باعث ہے، احادیث میں مخصوص تعداد میں مومنوں کے نمازِ جنازہ پڑھنے پر فضیلت کا ذکر آیا ہے، لیکن نیک صالح شخص کی دعاء و نمازِ جنازہ میں زیادہ تاثیر ہوتی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ و دعاء میں جو عظیم تاثیر تھی، اس کا کون مومن انکار کرسکتا ہے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجوگی میں اس سے محرومی ہرگز مناسب نہ تھی، اسی وجہ سے نبی

[1] حدثنا العباس بن الوليد النرسى، حدثنا عبد الواحد بن زياد، حدثنا عثمان بن حكيم، حدثنا خارجة بن زيد، عن عمه يزيد بن ثابت قال :خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى البقيع فرأى قبرا حديثا فقال :ما هذا القبر؟، قالوا :فلانة مولاة فلان ماتت ظهرا وأنت قائل، فكرهنا أن نوقظك، قال :فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فصفنا خلفه، فكبر عليها أربعا ثم قال :لا يموتن أحد ما دمت بين ظهرانيكم إلا آذنتمونى، قال :وأظنه قال :فإن صلاتى له رحمة(مسند أبى يعلى،رقم الحديث ٩٣٧)

قال حسين سليم أسد : رجاله ثقات(حاشية مسند أبى يعلى)

www.idaraghufran.org

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی۔

ورنہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسروں کے لئے نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم نہ ہوتا۔ ۱

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نمازِ جنازہ کی برکات کے حصول کے لیے یہ بات فرمائی تھی۔

اور اگر قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہوتا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو اپنے ساتھ نمازِ جنازہ میں شرکت کا حکم نہ فرماتے، اور یہ فرماتے کہ تمہارے نماز پڑھنے سے فرض اداء نہ ہوا، نہ ہی صحابۂ کرام کو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر خود سے نمازِ جنازہ پڑھنے کی جرأت ہوتی۔ ۲

۱ قوله" :إن هذه القبور مملوء ة ظلمة"؛ يعني :القبور ممتلئة من الظلمة، وينورها الصلاة عليها، والدعاء ، والعمل الصالح التي تكون للميت.قوله" :بصلاتي عليهم "اعلم أن صلاة النبي -عليه السلام -على القبور ودعاء ه لهم تكون نورا، وكذلك صلاة غيره تكون مفيدة للميت، وتكون نورا له أيضا؛ لأن الصلاة من شرع النبي عليه السلام، وما هو شرع النبي -عليه السلام -لا شك أن يكون رحمة ونورا للناس(المفاتيح في شرح المصابيح،للحسين بن محمود الحَنَفيُّ ،ج٢،ص ٤٣٦،باب المشي بالجنازة والصلاة عليها)

۲ "خرجنا مع رسول الله -عليه السلام -فلما وردنا البقيع إذا هو بقبر، فسأل عنه؟ فقالوا :فلانة فعرفها، فقال :ألا آذنتموني بها؟ قالوا :كنت قائلا صائما، قال :فلا تفعلوا لا يعرفن ما مات منكم ميت ما كنت بين أظهركم، إلا ناديتموني به، فإن صلاتي عليه رحمة، قال :ثم أتى القبر فصففنا خلفه، وكبر عليه أربعا."

ورواه الحاكم في "المستدرك في الفضائل وسكت عنه وأخرج ابن حبان من طريق أحمد بن حنبل، ثنا غندر، عن شعبة، عن حبيب بن الشهيد، عن ثابت، عن أنس " :أن النبي -عليه السلام -صلى على قبر امرأة قد دفنت ."وقال ابن حبان في "صحيحه :"وقد جعل بعض العلماء الصلاة على القبر من خصائص النبي - عليه السلام -بدليل ما روى فيه " :وإني أنورها بصلاتي عليهم "وليس كما توهموه، بدليل أنه -عليه السلام-صف الناس خلفه، فلو كان من خصائصه لزجرهم عن ذلك، انتهى(شرح سنن أبي داود،لبدر الدين العيني ،ج٦،ص ١٤٩ ،باب الصلاة على المسلم يموت في بلاد الشرك)

فإن قيل في عهده صلى الله عليه وسلّم لا يسقط الفرض إلا بصلاته ولهذا قال :(لا يموتن فيكم ميت ما كنت بين أظهركم إلا آذنتموني به فإن صلاتي عليه رحمة له) قيل :لو كان كذلك لأعلمه الناس وكانوا لا يصلون وإنما ندبهم إلى إعلامه لبركة دعائه ولهذا قال :(فإن صلاتي عليكم رحمة) ولم يقل أن الفرض لم يسقط ، ولأن من جاز له أن يصلي على الميت مع الناس جاز له بعد صلاتهم كالولي.

فإن قيل الولي له حق التقدم ، قيل له حق قبل سقوط الفرض فأما بعده فلا ولهذا لا تجب إعادتها .قالوا :لو جاز ذلك لصلى على النبي صلى الله عليه وسلّم من قدم بعد موته كمعاذ وغيره ، قلنا :هذا حجة لأنه قد صلى عليه ثلاثة أيام وإنما لم تجز على قبره لأنه قال عليه السلام :(لا تتخذوا قبري مسجداً) فإن قالوا سقط فرض الصلاة فلا يصلي عليه كمن صلى مرة ، قلنا :ينكر ممن صلى الظهر ثم أدرك جماعة والأصل غير مسلم ثم ذاك سقط الفرض بفعله حقيقة وههنا سقط الفرض عنه حكماً فجاز أن يأتي بالعزيمة كالمسافر في الرخص ، لأن من رد السلام مرة لا يرد أخرى ومن لم يرد يجوز أن يرد هذا كلام الشيخ أبي إسحاق بحروفه(الحاوي للفتاوي،ج ١،ص ٨٤،كتاب الجنائز)

عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ مَاتَتْ وَلَمْ يُؤْذَنْ بِهَا النَّبِيُّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَأُخْبِرَ بِذَلِكَ، فَقَالَ " :هَلَّا آذَنْتُمُونِي بِهَا "ثُمَّ قَالَ لِأَصْحَابِهِ " :صُفُّوا عَلَيْهَا "فَصَلَّى عَلَيْهَا (سنن ابن ماجه ، رقم الحديث : ۱۵۲۹) [1]

ترجمہ: ایک سیاہ فام عورت کا انتقال ہوگیا، اور اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں کی گئی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہ کی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ تم صفیں بناؤ، پھر آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی (ابنِ ماجہ)

ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَتْ سَوْدَاءُ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَتُوُفِّيَتْ لَيْلًا، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -أُخْبِرَ بِمَوْتِهَا، فَقَالَ " :أَلَا آذَنْتُمُونِي بِهَا؟ " فَخَرَجَ بِأَصْحَابِهِ، فَوَقَفَ عَلَى قَبْرِهَا، فَكَبَّرَ عَلَيْهَا وَالنَّاسُ من خَلْفَهُ، وَدَعَا لَهَا، ثُمَّ انْصَرَفَ (سنن ابن ماجه ، رقم الحديث : ۱۵۳۳) [2]

ترجمہ: ایک سیاہ فام عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی، وہ رات میں فوت ہوگئی (اور لوگوں نے اس کی تدفین کردی) جب صبح ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی موت کی اطلاع دی گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام کے ساتھ نکلے، اور اس کی قبر پر

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح .يعقوب بن حميد بن كاسب وإن كان فيه ضعف قد تابعه غير واحد (حاشية سنن ابنِ ماجة)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره(حاشية سنن ابنِ ماجة)

www.idaraghufran.org

کھڑے ہوئے، اور تکبیر کہی (یعنی نمازِ جنازہ چار تکبیرات کے ساتھ پڑھا) اور لوگ آپ کے پیچھے (کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے) تھے، اور (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، نمازِ جنازہ میں) اس کے لئے دعاء کی، پھر واپس تشریف لے گئے (ابنِ ماجہ)

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى قَبْرٍ (مسلم ، رقم الحديث : ٩٥٥"٧٠")

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی (مسلم)

بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

سنن ابنِ ماجہ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -صَلَّى عَلَى مَيِّتٍ بَعْدَمَا دُفِنَ (سنن ابن ماجه ، رقم الحديث : ١٥٣٢) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی نمازِ جنازہ پڑھی، بعد اس کے کہ اسے دفن کیا جا چکا تھا (ابنِ ماجہ)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میت کے دفن ہونے کے بعد اس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھا۔

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

سنن نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى قَبْرِ امْرَأَةٍ بَعْدَ مَا دُفِنَتْ (سنن النسائی ، رقم الحديث : ٢٠٢٥)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی قبر پر اس کی تدفین کے بعد نمازِ جنازہ پڑھی (نسائی)

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث

ابوامامہ بن سہل اپنے والد حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَعُودُ فُقَرَاءَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ , وَيَشْهَدُ جَنَائِزَهُمْ إِذَا مَاتُوا ، قَالَ :فَتُوُفِّيَتِ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِ الْعَوَالِي فَدَفَنَّاهَا ، قَالَ :فَمَشَى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى قَبْرِهَا , فَصَلَّى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ أَرْبَعًا (مصنف ابن أبي شيبة ، رقم الحديث : ١٢٠٦٨ ،في الميت يصلى عليه بعد ما دفن من فعله)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ مدینہ کے فقیر لوگوں کی عیادت کیا کرتے تھے، اور ان کے جنازہ میں حاضر ہوا کرتے تھے، جب وہ فوت ہوجاتے تھے، ایک مرتبہ (مدینہ منورہ کے) مضافات والوں کی ایک عورت فوت ہوگئی، ہم نے اس کو دفن کردیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے، اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی، اور (نمازِ جنازہ پڑھتے وقت) چار تکبیرات کہیں (ابنِ ابی شیبۃ)

مذکورہ احادیث و روایات سے ان فقہائے کرام نے استدلال کیا ہے، جو ایک مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھے جانے کے بعد دوبارہ نمازِ جنازہ کو جائز قرار دیتے ہیں، جیسا کہ شافعیہ اور حنابلہ وغیرہ۔

اور جو حضرات منع فرماتے ہیں، جیسا کہ حنفیہ، ان کا ان روایات کے بارے میں فرمانا یہ ہے کہ دراصل اہلِ مدینہ اور مضافات کے لوگوں کی نمازِ جنازہ کی ولایت کا حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا، اس لیے دوسروں کے نمازِ جنازہ پڑھ لینے کے بعد بھی بحیثیتِ ولی ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعادہ کا حق حاصل تھا، اس لیے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، جس پر دوسرے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن دوسرے حضرات اس سے اتفاق نہیں کرتے، ان کا کہنا یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل امت کے لئے نمونہ اور حجت ہے، اور تخصیص کسی دلیل سے ہی ثابت ہوسکتی ہے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض روایات میں دوسرے لوگوں کا بھی نمازِ جنازہ میں شریک ہونا ثابت ہے، جن کو ولایت کا حق حاصل نہ تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بعض صحابہ وتابعین سے بھی دوبارہ نمازِ جنازہ

پڑھنا ثابت ہے، جن کو ولایت کا یہ درجہ حاصل نہ تھا، اور کسی سے اس عمل پر نکیر بھی مروی نہیں، اس لیے ہم اس عمل کو نبی صلی اللہ علیہ سلم کی خصوصیت پر محمول نہیں کرتے۔

سعید بن مسیّب کی حدیث

حضرت سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أُمَّ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ مَاتَتْ وَهُوَ غَائِبٌ ، فَلَمَّا قَدِمَ أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى أُمِّ سَعْدٍ فَأَتَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَبْرَهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا (مُصنف ابن أبي شيبة ، رقم الحديث : ١٢٠٥٧ ، في الميت يصلى عليه بعد ما دفن من فعله)

ترجمہ: سعد بن عبادہ کی والدہ فوت ہوگئیں، اور وہ اس وقت موجود نہیں تھے، پھر جب وہ واپس آئے، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول، میں چاہتا ہوں کہ آپ امِ سعد کی نمازِ جنازہ پڑھیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر پر تشریف لائے، پھر ان کی نمازِ جنازہ پڑھی (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اس وقت سعد بن عبادہ کی والدہ کی وفات کو ایک ماہ گزر چکا تھا۔[1] اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امِ سعد کی وفات کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود

[1] حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي، ثنا أبو كريب، ثنا عبدة بن سليمان، عن سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن سعيد بن المسيب أن أم سعد بن عبادة ماتت وهو غائب، فلما قدم قال :يا رسول الله، أحب أن تصلي على أمي، فأتى النبي صلى الله عليه وسلم قبرها، فصلى عليها وقد أتى لها شهر(المعجم الكبير،للطبراني،رقم الحديث ٥٣٧٨)

أخبرنا أبو الحسن علي بن محمد المقرئ، أخبرنا الحسن بن محمد بن إسحاق، حدثنا يوسف بن يعقوب القاضي، حدثنا نصر بن علي، حدثنا أبي، حدثنا هشام الدستوائي، عن قتادة، عن سعيد بن المسيب، أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -صلى على أم سعد بعد موتها بشهر.

وكذلك رواه ابن أبي عروبة عن قتادة، وهو مرسل صحيح(السنن الكبير،للبيهقي،رقم الحديث ٧١٠٢)

حدثنا موسى بن هارون، قال :ثنا شجاع، قال :ثنا زيد، قال :ثنا همام، عن قتادة، عن سعيد بن المسيب، أن أم سعد، توفيت وسعد غائب، فقدم بعد شهر، فسأل النبي صلى الله عليه وسلم أن يصلي عليها، فصلى عليها بعد شهر "وروينا عن عائشة أنها قدمت بعد موت أخيها بشهر فصلت على قبره(الأوسط لابن المنذر،رقم الحديث ٣١١٠)

نہیں تھے۔ [1]

ان روایات سے ان فقہاء کے قول کی تائید ہوتی ہے، جو فوت ہونے کے ایک ماہ بعد تک قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔اور جو حضرات دوبارہ نمازِ جنازہ سے منع فرماتے ہیں،ان کا اس سلسلہ میں کہنا یہ ہے کہ سعد بن عبادہ دراصل ولی تھے،اور ولی کو دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے ،اور یہ بھی ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان کا جنازہ نہ پڑھا ہو۔

لیکن جو حضرات ولی کی قید وشرط نہیں لگاتے وہ منجملہ دوسرے دلائل کے اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں،اور وہ مذکورہ اور اس جیسے احتمال کو بعید قرار دیتے ہیں۔ (جاری ہے.............)

[1] قال الواقدی :وکان خروجه علیه السلام إلی دومة الجندل فی ربیع الآخر سنة خمس.

قال :وفیه توفیت أم سعد بن عبادة، وابنها مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی هذه الغزوة.

وقد قال أبو عیسی الترمذی فی جامعه :حدثنا محمد بن بشار، حدثنا یحیی بن سعید، عن سعید بن أبی عروبة، عن قتادة، عن سعید بن المسیب، أن أم سعد ماتت والنبی صلی الله علیه وسلم غائب، فلما قدم صلی علیها وقد مضی لذلک شهر.

وهذا مرسل جید، وهو یقتضی أنه علیه السلام غاب فی هذه الغزوة شهرا فما فوقه علی ما ذکره الواقدی رحمه الله(السیرة النبویة ،من البدایة والنهایة لابن کثیر، ج۳،ص۱۷۸ ،سنة خمس من الهجرة النبویة غزوة دومة الجندل)

عبرت کدہ — حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 81 — مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

بنی اسرائیل کی ''بچھڑا پرستی'' کا واقعہ

جب ایک طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام ''کوہِ طور'' پر اللہ تعالیٰ سے بنی اسرائیل کے لیے ''آئینِ الٰہی'' حاصل کرنے میں مشغول تھے، تو دوسری طرف بنی اسرائیل ایک دوسری گمراہی میں مبتلا ہو چکے تھے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ، جب ''طور'' پر ''توراۃ'' لینے کے لیے تشریف لے جانے لگے، تو بنی اسرائیل سے یہ فرمایا کہ میرے اعتکاف کی مدت ایک ماہ ہے، اور مدت پوری ہونے کے بعد میں واپس تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا، حضرت ہارون تمہارے پاس موجود ہیں، اور یہ تمہارے نگران رہیں گے، مگر جب موسیٰ علیہ السلام ''طور'' پہنچے، تو موسیٰ علیہ السلام کے ٹھہرنے کی مدت ''تیس'' دن کے بجائے ''چالیس'' دن ہوگئی، جیسا کہ گزرا، اس تاخیر سے ایک شخص ''سامری'' نے فائدہ اٹھایا، اس نے جب یہ دیکھا کہ بنی اسرائیل، حضرت موسیٰ کی تاخیر سے بے چینی کا شکار ہیں، تو اس نے کہا اگر تم وہ اپنے تمام زیورات میرے پاس لے آؤ، جو تم نے مصریوں سے عاریتاً لیے تھے، اور پھر تم واپس نہ کر سکے، تو میں تمہارے فائدہ کی ایک بات کروں گا۔ [1]

''سامری'' گو ظاہر میں مسلمان تھا، مگر اس کے دل میں کفر وشرک بھرا ہوا تھا، پس جب بنی اسرائیل نے تمام زیورات لا کر اس کے حوالے کر دیئے، تو اس نے ان کو بھٹی میں ڈال کر گلا دیا، اور اس سے

---

[1] مفسرین کے مطابق ''سامری'' کا اصل نام ''موسیٰ بن ظفر'' تھا، اور وہ ''سامرہ'' نامی بستی کی طرف منسوب تھا، اسرائیلی روایات کے مطابق جس سال بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کیا گیا تھا، وہ اسی سال پیدا ہوا تھا، اس کی ماں نے اس کو پہاڑ کی ایک غار میں چھپا دیا تھا، حضرت جبریل اس کا غذا پہنچاتے رہے تھے، اس وجہ سے وہ حضرت جبریل کو پہچانتا تھا، جب حضرت جبریل سمندر کو عبور کرنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے، تاکہ فرعون بھی سمندر میں آ جائے، تو سامری نے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے کچھ مٹی اٹھالی تھی۔

وروی فی قصص العجل: أن السامری، واسمه موسى بن ظفر، ينسب إلى قرية تدعى سامرة .ولد عام قتل الأبناء، وأخفته أمه فی كهف جبل فغذاه جبريل فعرفه لذلک، فأخذ حين عبر البحر على فرس وديق ليتقدم فرعون فی البحر – قبضة من أثر حافر الفرس(تفسير القرطبی، ج٧ص ٢٨٤، سورة الاعراف)

www.idaraghufran.org

ایک گوسالہ (بچھڑا) کا جسم تیار کیا، پھر اس کے منہ میں مٹی ڈال دی، یہ مٹی وہ مٹی تھی، جو اس نے حضرت جبریل کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے نکالی تھی، جب فرعونیوں کے غرق ہونے کے موقع پر جبریل، گھوڑے پر سوار ہوکر آئے تھے، وہ مٹی جب اس نے اس بچھڑے کے منہ میں ڈالی، اس مٹی میں ایسا اثر تھا کہ اس مجسمہ سے گائے کے بچے کی آواز آنے لگی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ بچھڑا اپنی مخصوص آواز میں بول رہا ہے۔ [1]

جب اس بچھڑے نے آواز نکالی، تو سامری کہنے لگا کہ یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے، بنی اسرائیل تو پہلے سے ہی شرک سے مانوس تھے، اس لیے جلدی سے "سامری" کی بات پر یقین کرلیا۔

حضرت ہارون، جن کو حضرت موسیٰ خلیفہ بنا کر تشریف لے گئے تھے، انہوں نے بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ تم فتنے میں پڑ گئے ہو، تمہارا رب "رحمٰن" ہے، تم میری اتباع کرو، اور میرا حکم مانو۔

اس پر بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم برابر اس بچھڑے کے آگے پیچھے لگے رہیں گے، یہاں تک کہ موسیٰ (علیہ السلام) تشریف لائیں۔

چنانچہ بنی اسرائیل میں سے بہت سے لوگوں نے بچھڑے کو معبود سمجھ کر اس کی تکریم اور عبادت شروع کردی، جس طرح کہ مشرک لوگ بتوں اور قبروں کی عبادت کرتے ہیں، ایک احترام کے طور پر اس کے سامنے کھڑا ہے، اور دوسرا اس بچھڑے کے سامنے رکوع کر رہا ہے، کوئی اس کے سامنے ہاتھ جوڑے ہوئے اپنی حاجات پیش کرتا، اور کوئی اس کے حضور سجدہ اور نیاز پیش کر رہا ہے، انھوں نے یہ دیکھنے اور سوچنے کی زحمت ہی گوارا نہ کی کہ یہ تو ہمارے ہی زیورات سے بنایا ہوا ایک مجسمہ ہے، جو نہ خود بات کرسکتا ہے، اور نہ ہی ہماری فریاد کا جواب دیتا ہے، اسے اپنے قدموں پر چلنے کی طاقت نہیں، اور نہ ہی اسے شعور اور اس کے وجود میں کوئی حرکت پائی جاتی ہے، لہٰذا یہ مشکل

---

[1] اس بچھڑے کے بدن کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں: ایک قول تو یہ ہے کہ وہ حقیقۃً بچھڑا بن گیا تھا، اور اس کا دھڑ گوشت اور پوست والا ہوگیا تھا، اور اصل گائے کی طرح وہ جاندار بن گیا تھا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا جسم تو سونے اور چاندی کا تھا، لیکن اس میں روح وغیرہ کچھ نہ تھی اس کے منہ میں ہوا کی آمد و رفت سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی۔

وقد اختلف المفسرون فی ھذا العجل ھل صار لحما ودما له خوار أو استمر علی کونه من ذھب إلا أنه یدخل فیه الھواء فیصوت کالبقر علی قولین والله أعلم(تفسیر ابنِ کثیر، ۳ص۴۲۷،سورۃ الاعراف)

وقیل: قلبه الله لحما ودما .وقیل: إنه لما ألقی تلک القبضة من التراب فی النار علی الحلی صار عجلا له خوار، فخار خورۃ واحدۃ ولم یثن(تفسیر القرطبی، ج۷ص۲۸۵، سورۃ الاعراف)

www.idaraghufran.org

کشا حاجت روا کس طرح ہوسکتا ہے اور ہماری رہنمائی کیونکر کرسکتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی اس احمقانہ حرکت کے جواب میں فرمایا کہ بنی اسرائیل کس قدر جاہل تھے کہ انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ بچھڑا نہ کلام کرسکتا تھا نہ انہیں کوئی رہنمائی دے سکتا تھا پھر بھی انہوں نے اسے معبود مان لیا، وہ کس قدر ظالم تھے، یعنی خود پر ظلم کرنے والے۔

چنانچہ سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ، اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ . (سورة الاعراف، رقم الآية ١٤٨)

یعنی ’’اور موسیٰ کی قوم نے ان کے جانے کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا لیا (بچھڑا کیا تھا؟) ایک بے جان جسم جس سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی۔ بھلا کیا انہوں نے اتنا بھی نہیں دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کرسکتا ہے، اور نہ انہیں کوئی راستہ بتا سکتا ہے؟ (مگر) اسے معبود بنالیا، اور (خود اپنی جانوں کے لیے) ظالم بن بیٹھے‘‘۔

مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو اتنی بھی تمیز نہ آئی کہ جس کو یہ معبود بنا رہے ہیں، وہ تو کسی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا، اور نہ ہی کسی نفع نقصان کا اختیار بھی نہیں رکھتا، اور انہوں نے اس بچھڑے کی محبت میں اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا، جو کہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، اور سب کا مالک ہے، تو اس کی وجہ سوائے اندھے پن اور بے عقلی کے اور کیا ہوسکتی ہے؟ [1]

قرآن مجید کی سورہ طٰہٰ میں بنی اسرائیل کے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے:

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰـهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰی فَنَسِيَ (سورة طٰهٰ، رقم الآية ٨٨)

یعنی ’’اور لوگوں کے سامنے ایک بچھڑا بنا کر نکال لایا، ایک جسم تھا جس میں سے آواز نکلتی تھی، لوگ کہنے لگے کہ: یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا بھی معبود ہے، مگر موسیٰ بھول گئے ہیں‘‘۔

---

[1] وقال فى هذه الآية الكريمة ألم يروا أنه لا يكلمهم ولا يهديهم سبيلا ينكر تعالى عليهم فى ضلالهم بالعجل وذهولهم عن خالق السموات والأرض ورب كل شيء ومليكه أن عبدوا معه عجلا جسدا له خوار لا يكلمهم ولا يرشدهم إلى خير ولكن غطى على أعين بصائرهم عمى الجهل والضلال (تفسير ابنِ كثير، ج٣ص ٤٢٨، سورة الاعراف)

www.idaraghufran.org

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

مچھلی

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے جن جانوروں کا گوشت حلال کیا ہے، اُن میں مچھلی بھی ہے۔
مچھلی پانی میں رہنے والا جانور ہے، جسے بطور غذا کھایا جاتا ہے۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَهُوَ الَّذِی سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا (سورة نحل، رقم الآية ١٤)

ترجمہ: اور وہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جس نے سمندر کو مسخر کیا، تاکہ تم اس میں سے تَر (وتازہ) گوشت کھاؤ (سورہ نحل)

مذکورہ آیت میں تازہ گوشت سے مفسرین نے مچھلی مراد لی ہے۔
اور مچھلی کا نام تَر (وتازہ) گوشت رکھنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ مچھلی کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ خود سے ذبح کئے ہوئے گوشت کی طرح حلال ہے۔
عربی زبان میں مچھلی کو ''سمک، حوت'' ۔فارسی میں ماہی، انگریزی زبان میں (FISH) اور سندھی و پنجابی میں مچھی کہتے ہیں۔

مچھلی کا مزاج واقسام

مچھلیوں کی بے شمار اقسام ہیں، اور مچھلیوں کو مختلف طریقوں سے تیار کر کے کھایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مچھلی کا مزاج بدل جاتا ہے، چنانچہ سمندر کی تازہ کچی مچھلی کا مزاج قدیم وجدید اطباء نے سرد تر قرار دیا ہے، جبکہ نمکین مچھلی جس کا سالن تیار کیا گیا ہو، اس کا مزاج گرم خشک ہے، اور اگر مچھلی کو بیسن کے ساتھ تل کر تیار کیا جائے، تو اس کا مزاج خشک گرم بن جاتا ہے، اطباء نے سونٹھ، روغنِ بادام اور گرم مصالحہ جات کو مچھلی کا مصلح قرار دیا ہے، یعنی مچھلی کے ساتھ ان چیزوں کو جمع کرنے سے مچھلی کے سائیڈ افیکٹس نہیں رہتے۔
دنیا میں مچھلی کی بے شمار قسمیں ہیں، مثلاً اڑنے والی مچھلی، شیر اور ہاتھی کے مشابہ مچھلی، شارک مچھلی،

وہیل مچھلی وغیرہ، جبکہ پاکستان کے دریاؤں، اور چشموں، میں عموماً سول، روہو، سنگھاڑا، کھگہ، ملھی، سُرمئی، بام اور دیگر بے شمار مچھلیاں پائی جاتی ہیں، ماہرین کے مطابق روہو مچھلی فوائد کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر ہے۔

تازہ مچھلی کی پہچان وخواص

تازہ مچھلی کی آنکھ کے ڈھیلے اُبھرے ہوئے ہوتے ہیں اوراس کے پھیپھڑے شوخ گلابی رنگ کے ہوتے ہیں، لیکن باسی مچھلی کے ڈھیلے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور پھیپھڑوں کا رنگ سیاہی مائل ہوجاتا ہے اور بدبو آنے لگتی ہے۔

مچھلی میں کیونکہ چربی نہیں ہوتی، اس لئے دل کی تکلیف والے افراد کے لئے مفید غذا ہے، مچھلی کا گوشت اعضائے رئیسہ یعنی دل، دماغ، جگر، اور تلی کو تقویت دیتا ہے، مچھلی کا گوشت پیاس پیدا کرتا ہے، اور سرکہ اس کی تشنگی کو دُور کرتا ہے، یا پھر مچھلی کھانے کے بعد تھوڑی سی سونٹھ کھا لینے سے تشنگی دُور ہوجاتی ہے، آگ پر سینکی ہوئی مچھلی زود ہضم ہوتی ہے، جبکہ گھی میں تلی ہوئی مچھلی دیر ہضم ہوتی ہے، مچھلی کے گوشت سے رقیق یعنی پتلا خون پیدا ہوتا ہے۔

مچھلی کا شوربہ آنتوں کے زخموں کو آرام دیتا ہے، اسی طرح شوربہ والی تیار شدہ مچھلی کھانے سے جگر کا فعل تیز ہوکر خون میں گرمی بڑھتی ہے، تر اور سرد یعنی بلغمی اور سوداوی مزاج کے لوگوں کے لئے شوربہ والی مچھلی بہت مفید ہے، اس سے بلغمی دمہ کے مریضوں کی بلغم بھی پتلی ہوکر نکل جاتی ہے، قوتِ باہ کو مشتعل کرتی ہے، اور خون کو پتلا کر کے شریانوں اور وریدوں میں آسانی سے چلنے کے قابل بناتی ہے، بادی بواسیر کے لئے بھی شوربہ والی مچھلی کا کھانا مفید ہے۔

بیسن والی تلی ہوئی مچھلی کا مزاج خشک گرم ہے، اس لئے بلغمی اور سوداوی مریضوں کے لئے بیسن میں تلی ہوئی مچھلی بھی بہت مفید ہے، جسمانی کمزوری کو دُور کرتی ہے، اور نظامِ ہضم کو بہتر بناتی ہے۔

مچھلی کا پلاؤ بھی بہت مفید غذا ہے، جس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ چھوٹے سائز کی مچھلی لے کر نصف کلو پانی میں اُبال لیں، اور اسے چھلنی سے نچوڑ کر یخنی حاصل کریں، اب اس یخنی میں چاول پکائیں، مچھلی کی یخنی کا پلاؤ حوینات منویہ کے بڑھانے کا بے ضرر آزمودہ نسخہ ہے۔

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□...... 27 محرم الحرام، اور 5/ 12/ 19صفرُ المظفر 1444ھ بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے، البتہ 5 صفر کو مسجدِ غفران میں مفتی صاحب مدیر کے سفرِ لاہور کی وجہ سے مسجدِ غفران میں مولانا طارق محمود صاحب نے نمازِ جمعہ پڑھائی۔

□...... 29 محرم الحرام، اور 7/ 14/ 21صفرُ المظفر 1444ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 22/ محرمُ الحرام بروز اتوار، جناب عبدالنعیم ترمذی صاحب (بھتیجے، حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ) مفتی صاحب مدیر سے ملاقات کے لئے دارالافتاء تشریف لائے۔

□...... 5/ صفرُ المظفر بروز جمعہ، مفتی صاحب مدیر لاہور تشریف لے گئے، جہاں مرکز صیانۃ المسلمین (سندر) کی جامع مسجد میں قبل وبعد نمازِ جمعہ مفتی صاحب کا بیان ہوا، بعدہٗ مفتی عبدالعظیم ترمذی صاحب کی دعوت پر اُن کے ادارہ معہدُ الترمذی (نزد ٹھوکر نیاز بیگ) میں جانا ہوا، جہاں تخصص کے طلبہ واساتذۂ کرام سے علمی گفتگو ہوئی، اگلے روز 6/ صفر بروز ہفتہ صبح جامعہ اشرفیہ (فیروز پور روڈ) میں درجہ سادسہ اور تخصص کی درسگاہوں میں طلبہ میں مفتی صاحب مدیر کا بیان ہوا، جس کے بعد دن گیارہ بجے حضرت مولانا فضل رحیم صاحب مدظلہ (مہتمم: جامعہ اشرفیہ) سے ملاقات ہوئی، اور قبل ظہر دوبارہ معہدُ الترمذی میں آمد ہوئی، اور تخصص کے طلبۂ کرام سے طویل علمی نشست ہوئی، اور بعد عصر اس تبلیغی سفر بحمد اللہ بخیریت واپسی کے لئے روانگی ہوئی، مفتی صاحب کے ہمراہ اس سفر میں مولانا عبدالسلام صاحب، مولانا محمد ریحان صاحب اور بندہ تھے۔

□...... 22/ صفر بروز پیر، فوجی کالونی (پیرودھائی) میں جناب امیر صاحب کی دعوتِ عقیقہ میں مفتی صاحب مع چند اراکینِ ادارہ کے تشریف لے گئے۔

□...... 15/ صفرُ المظفر (12/ ستمبر) بروز پیر، تعمیرِ پاکستان سکول میں پہلی سہ ماہی کے امتحانات کے نتائج کا دن تھا، جس میں والدین نے امتحانات کا نتیجہ سکول سے وصول کیا۔

تعمیرِ پاکستان سکول میں ابتدائی جماعتوں میں داخلے جاری ہیں، خواہشمند حضرات سکول کے دفتر میں رابطہ کر کے مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ فون: 051-5780927